ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ
۹ جون ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّھَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ تَقُوْلُ: اِتَّقِ اللہَ فِیْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِکَ: فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا“، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب ابن آدم (انسان) صبح کرتا ہے۔ تو اس کے جسم کے تمام اعضا زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں، کہ ہمارے معاملہ میں خدا سے ڈر۔ اس لئے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ سو اگر تو ٹھیک رہے گی۔ تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے۔ اگر تو کجروی اختیار کرے گی۔ تو ہم بھی کجرو بن جائیں گے (ترمذی)

وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ، وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَہُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ تَعْبُدُ اللہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ، وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَیْتَ، اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا، ثُمَّ قَالَ: اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ، وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِیُ الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِیُ الْمَآءُ النَّارَ، وَصَلٰوۃُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ تَلَا: تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ، حَتّٰی بَلَغَ یَعْمَلُوْنَ۔ ثُمَّ قَالَ: ”اَلَا اُخْبِرُکَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ وَعَمُوْدِہٖ، وَذِرْوَۃِ سَنَامِہٖ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ قَالَ: ”رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ، وَعَمُوْدُہُ الصَّلٰوۃُ وَذِرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ“، ثُمَّ قَالَ: ”اَلَا اُخْبِرُکَ بِمِلَاکِ ذٰلِکَ کُلِّہٖ؟“ قُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِہٖ قَالَ: ”کُفَّ عَلَیْکَ ھٰذَا“ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِہٖ، فَقَالَ: ”ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ وَھَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ“ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے، جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے، آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم نے بہت بڑی چیز کے متعلق سوال کیا ہے۔ اور البتہ یہ چیز آسان ہے۔ جس پر اللہ تعالےٰ آسان فرما دے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور رمضان مبارک کے روزے رکھو۔ اور زیارت بیت اللہ کی قوت اور استطاعت ہو، تو حج کرو، پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کیا میں تم کو خیر اور نیکی کے دروازے نہ بتلاؤں۔ روزہ سپر اور ڈھال ہے اور صدقہ (فی سبیل اللہ) بجھا دیتا ہے مٹا دیتا ہے۔ گناہ کو جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور انسان کا درمیان شب میں نماز پڑھنا یعنی وہ بھی اسی طرح گناہوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یہاں تک کہ یعملون تک پہنچے پھر فرمایا کیا نہ بتلاؤں میں تجھ کو امر دین کی جڑ اور اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی، میں نے عرض کیا۔ ضرور یا رسول اللہ بتلائیے۔ امر (دین) کی جڑ اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔ اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ کیا میں تجھ کو اس چیز سے بھی خبردار نہ کروں۔ جو ان سب کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ضرور یا رسول اللہ بتلائیے۔ تو آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا۔ اور فرمایا کہ اس کو روکے رکھو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ تو کیا ہم اس چیز کے ساتھ بھی مواخذہ کئے جائیں گے جس سے ہم بولتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تجھے تیری ماں گم کرے۔ اور نہیں گرائے جائیں گے دوزخ میں آدمی اپنے چہروں کے بل، مگر بدولت اپنی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی کے (یعنی باتوں کے) ترمذی نے اس حدیث کا ذکر کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ؟“ قَالُوْا: اَللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ: ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ، قِیْلَ: اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: ”اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ، وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَھَتَّہٗ“ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم کو معلوم ہے۔ کہ غیبت کیا چیز ہے اصحاب نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے مسلمان بھائی کی ایسی باتوں کا ذکر کرنا۔ جو اس کو ناگوار ہوں۔ دریافت کیا گیا۔ کہ بتلائیے۔ اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو۔ جس کو میں نے بیان کیا، آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر اس میں وہ برائی موجود ہو۔ جو تو نے بیان کی، تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ چیز نہ ہو۔ جو تو کہہ رہا ہے، تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔ (مسلم)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْہِ رَدَّ اللہُ عَنْ وَجْھِہِ النَّارَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ“، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص نے اپنے بھائی کی آبرو ریزی سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے چہرے سے نار جہنم کو دور فرمائیں گے (ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا حدیث حسن ہے۔

مولانے جس کی خدمت دینی قبول کی
دولت اسے عطا ہوئی قال الرسول کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
٦٧٥٤٥

ہفت روزہ
لاہور

خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ١٣ | ۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ بطابق ۹ جون ۱۹۶۷ء | شمارہ ٦

زندہ باد عرب اتحاد

مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال اسرائیلی جارحیت کی بنا پر بدستور نازک ہے جس میں متحدہ عرب جمہوریہ، دیگر عربی ممالک اور غیر عرب اسلامی حکومتوں کی دفاعی کوششوں کے باوجود ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ دراصل برطانیہ اور امریکہ جن مقاصد کے پیش نظر اسرائیل کو استعمال کر رہے ہیں۔ اُن کا خلاصہ یہی ہے کہ عرب ممالک متحد نہ ہونے پائیں۔ اور ان کے اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے استعماری طاقتوں کو اپنے شرمناک منصوبوں کو پروان چڑھانے کا موقع ملتا رہے۔ چنانچہ غزہ اور خلیج عقبہ میں دفاعی اقدامات کے خلاف اسرائیل برابر دھمکیاں دے رہا ہے حالانکہ ان دونوں مقامات پر متحدہ عرب جمہوریہ کو اپنا اقتدار قائم رکھنے کا پورا پورا حق ہے۔ اسرائیلی وزیر خارجہ مسٹر ابا بیان کا یہ کہنا کہ اسرائیل خلیج عقبہ سے عرب جمہوریہ کی ناکہ بندی توڑنے کے لئے تنہا کارروائی کرے گا۔ اور ممکن ہوا تو دوسرے ملکوں سے بھی مدد لے گا۔ اُس کھونٹے کی طرف صاف اشارہ کر رہا ہے جس پر اسرائیلی بچھڑا ناچ رہا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسرائیل اپنی مذموم کارروائیوں سے صرف اُسی وقت رُک سکتا ہے جب امریکہ اور برطانیہ ایسا چاہیں گے لیکن وہ کب تک ایسا چاہیں گے۔ اس کا تعین صرف اُسی وقت کیا جا سکتا ہے۔ جب امریکہ اور برطانیہ یہ جان لیں گے کہ عرب دنیا اور ان کے ساتھ دیگر اسلامی ممالک استعمار کے آلۂ کار اور سامراجی مفادات کے چوکیدار بننے پر ہرگز تیار نہیں ہیں۔ خوش قسمتی سے

تمام اسلامی دنیا اب مغربی ریشہ دوانیوں اور سامراجی سازشوں سے پوری طرح آگاہ ہو چکی ہے۔ صدر ناصر نے کھلے الفاظ میں مغربی طاقتوں کی اسلام دشمنی کو بے نقاب کر دیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ برطانوی شہنشاہیت نے مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید میں مسلمان ممالک کو اپنے انتداب کا شکار بنائے رکھا ہے۔ اور آج بھی جنوبی عرب میں عربوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ اسی نے جموں اور کشمیر کے عوام کے حقِ خود اختیاری کی راہ میں روڑے اٹکائے ہیں۔ فرانسیسی استبداد مغرب میں مراکو، الجیریا اور ٹیونس میں ہمارے بھائیوں کی سیاسی آزادی کو پامال کرتا رہا اور آج بھی سومالیہ میں مسلمانوں کی آزادی کی راہ میں حائل ہے۔ امریکہ بھی اسلام دشمنی میں اپنے ان یارانِ شاطر سے پیچھے نہیں رہا۔ اس کے ثبوت میں تنہا اسرائیل کو قائم کرنے کا جرم ہی اس کی فردِ عمل کو سیاہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہی امریکہ ویت نام میں ہوسِ اقتدار سے اندھا ہو کر بے گناہ انسانوں کا خون صرف اس لئے بہا رہا ہے کہ وہ آزادی کے طالب ہیں — بہرحال امن کے کھوکھلے دعووں کے پسِ پردہ سامراجیوں کے خوفناک استعماری منصوبے ساری دنیا میں رسوا ہو چکے ہیں۔ اور انہیں خاک میں ملانے کے لئے تمام عالمِ اسلام متحد ہو چکا ہے۔ چنانچہ الجزائر کی حکومت نے عربوں کی حمایت میں اپنی فوجیں مشرقِ وسطیٰ بھیجنے کا اعلان کر دیا ہے۔ لیبیا کی فوجوں کو بھی عربوں کے مفادات کی حفاظت کے لئے ہروقت تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا ہے — عراقی افواج اسرائیل کو کچلنے کے لئے مصر پہنچ چکی ہیں۔ مراکش کے شاہ حسن نے اپنی مسلح افواج کو عرب جمہوریہ کی تحویل میں دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اردن کے شاہ حسین نے اپنے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خود قاہرہ پہنچ کر صدر ناصر سے دفاعی معاہدہ پر دستخط کر کے عظیم عرب اتحاد کا ثبوت اور وحدتِ اسلامی کی بے مثال دلیل مہیا کر دی ہے۔ ترکیہ اور ایران نے اپنے پرانے مناقشات بالکل فراموش کر کے عربوں کو حمایت کا یقین دلایا ہے۔ اور پاکستانی عوام نے اس سلسلے میں جو مثالی کردار ادا کیا ہے اس کو خود صدر ناصر نے یہ کہہ کر سراہا ہے کہ "ہم نے اپنے دوستوں کو پہچان لیا ہے" — فی الحقیقت صدر ناصر کا یہ اعلان عرب دنیا کے دل کی آواز ہے۔ اب چاہے امریکی طیارے رات دن اسرائیل کو سامانِ جنگ کی ترسیل جاری رکھیں چاہے برطانیہ عقبہ کی ناکہ بندی کے مصری اقدام کو جنگی کارروائی قرار دے مغربی استعمار کا بیڑہ اسرائیل سمیت معرضِ تباہی میں ہے اور حالات کا رخ بتا رہا ہے کہ وہی بحیرۂ روم جس میں قرونِ اولیٰ میں حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بحری بیڑے نے رومی بیڑے کو پے در پے شکستیں دے کر غرق کر دیا تھا۔ پھر سامراجی انتداب کی قبر بننے والا ہے۔ تاریخ ان ایام کو پھر دہرا رہی ہے۔ جب حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے عارضی اختلافات سے فائدہ اٹھانے کے خیال سے قیصرِ روم نے حملہ کی ٹھانی تھی اور حضرت امیر معاویہؓ کو اقتدار کی پیشکش کرتے ہوئے ساتھ ملانا چاہا تھا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے اُس کی پیشکش کو جائے استحقار سے ٹھکراتے ہوئے صاف کہہ دیا تھا۔ کہ میں اور علی ایک ہیں۔ ہمارا اختلاف دو بھائیوں کا اختلاف ہے۔ اگر تو نے حملہ کرنے کی حماقت کی تو سب سے پہلا سپاہی جو تیرے مقابلے پر آئے گا میں ہوں گا" چنانچہ آج یہی منظر شاہ اردن اور صدر ناصر کے دفاعی معاہدے اور تمام عرب اور غیر عرب اسلامی حکومتوں کے باہمی اتحاد و حمایت کے اعلانات نے دکھا دیا ہے۔ وحدتِ اسلامی کا یہ اعجاز

مجلسِ ذکر

۱۴ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۵ مئی ۱۹۶۷ء

قرآن مجید کو مضبوطی سے تھام لو

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

(مرتبہ: خالد سلیم ایم اے)

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ ہمیں اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی — حضرتؒ نے ذکر اللہ کا یہ پودا لگایا تھا اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس پودے کی آبیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ بلکہ اپنے گھروں کو اللہ کی یاد سے آباد رکھو۔

ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بہترین کام پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو ہمیشہ ذکر اللہ سے تر رکھو۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مسجدیں ہی صرف ذکر اللہ کا مقام نہیں ہیں۔ بلکہ آپ گھروں میں، دفتروں میں، دکانوں پر، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔ اگر آپ کو ذکر اللہ کی نعمت حاصل ہو جائے تو ساری برائیاں اور خرابیاں ختم ہو جائیں اور دنیا اور آخرت اطمینان سے گذرے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو یہ نعمت نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرتؒ ہر مجلس ذکر کے بعد اصلاحِ حال کے لئے ایک سبق دیا کرتے تھے آج کا سبق یہ ہے کہ آپ قرآن کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالےٰ ہے:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص (پ۴۔ ع۲)

ترجمہ: اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔

یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسّی ہے یہ رسّی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہوگے کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابلِ اختلال ہو جائے گی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء و اہوا کا تختۂ مشق بنا لیا جائے بلکہ قرآن کریم کا مطلب وہ ہی معتبر ہوگا جو احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

اسلام اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے کہ سب مل کر اللہ کے حضور عبادت کرو۔ اکھٹے مل کر حج کرو، نماز باجماعت ادا کرو۔ جتنی بڑی جمعیت ہوگی اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب ہوگا اور اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت نازل ہوگی۔ جماعت پر اللہ تعالےٰ کی رحمت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا ضرور شیطان بھیڑیے کے قبضہ اور قابو میں آجاتا ہے۔

حضرتؒ جماعت کی اہمیت اور فوائد کی مثال فرمایا کرتے تھے۔ کہ منڈی میں جب بولی ہوتی ہے تو کچے پکّے آم سب ایک ہی بھاؤ بک جاتے ہیں۔ خریدنے والا یہ نہیں کرتا کہ پکّے آم لے لے اور کچے آم واپس کر دے۔ اسے پورا ٹوکرے کا ٹوکرا خریدنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اجتماعی طور پر اگر ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے، دعا مانگیں گے یا نماز پڑھیں گے تو اللہ نیکوں کے ساتھ بدوں کی نماز، دعا اور ذکر کو بھی قبول فرما لیں گے۔ یہ اس کی رحمت سے بعید ہے کہ صرف نیکوں کی نماز، دعا اور ذکر کو قبول کرلے اور بدوں کی عبادت کو ٹھکرا دے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی غفّار، ستّار، رحیم اور کریم ہے ہم گناہ پر گناہ کرتے جاتے ہیں لیکن وہ ڈھیل دیتا ہے کہ اب توبہ کریں، اپنے گناہوں کو بخشوا لیں، اعمال کی درستگی اور توشۂ آخرت بنانے اور معافی مانگنے کے لیے ڈھیل دی جاتی ہے۔ اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کی کمزوریاں اور کوتاہیاں دور فرمائے، گناہوں کو معاف فرمائے اور خاتمہ ایمانِ کامل پر فرمائے۔ (آمین)

آج کا سبق یہ ہے کہ جماعت کو نہ چھوڑیں، جماعت کو اور زیادہ مضبوط بنائیں۔ اعمال میں دوام اور استقامت پیدا کریں۔ چاہے چھوٹے سے چھوٹا نیکی کا کام کیوں نہ ہو۔ نیکی میں استقامت، دوام اور ہمیشگی نجات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ کثرت سے ذکر اللہ کریں — ایک پانی کا قطرہ پتھر میں چھید کر دیتا ہے۔ اگر وہ متواتر اور لگاتار گرتا رہے۔ دل تو بڑی نرم چیز ہے اگر اس پر اللہ کے نام کی ضرب لگتی رہے تو یقیناً یہ گناہوں سے باز آجائے گا۔ آپ ہفتہ میں ایک دن مل بیٹھ کر ذکر اللہ کرتے ہیں۔ باقی چھ دن بھی آپ کثرت سے گھر میں، دکان پر یا دفتر میں جہاں موقع اور وقت ملے خوب ذکر اللہ کیا کریں، نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھا کریں۔ گھر میں بچوں کو اللہ اللہ کرنا سکھائیں، دین کی تعلیم خود حاصل کریں اور بچوں کو بھی دلائیں۔ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان کی اصلاح ہو جاتی ہے، گناہوں سے رُک جاتا ہے۔ ذکر اللہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

★

کلام اللہ ہے نورِ ہدایت راہِ منزل میں
اسی سے روشنی ہوتی ہے پیدا آنکھ میں دل میں

خطبہ جمعہ

۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲ جون ۱۹۶۷ء

جو لوگ دامنِ رسولؐ اور قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑے رہینگے دنیا و آخرت میں کامیاب و سرفراز ہونگے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہم العالیہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ط وَ اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝

(پ ۶ س النساء آیت ۱۷۰)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک بات لے کر رسول آچکا سو مان لو تاکہ تمہارا بھلا ہو اور اگر انکار کرو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

اے لوگو! ہمارا رسول سچی کتاب اور سچا دین لے کر تمہارے پاس پہنچ چکا۔ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بات مانو۔ اور نہ مانو گے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالٰے کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور تمہارے تمام احوال و افعال سے خبردار ہے۔ تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اس کا بدلہ ملے گا۔

(فائدہ) اس ارشاد سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہو اس کا ماننا فرض اور اس کا انکار کفر ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اے لوگو! یہ اللہ کا آخری رسول جن کا نام نامی اسم گرامی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ تعالٰے کی طرف سے ٹھیک ٹھیک باتیں لے کر تمہیں صحیح راستہ بتانے آئے ہیں۔ ان کے کہنے کا یقین کرو، ان کی بات مانو اور دیکھو! ان کا ہر دعویٰ سچا اور ہر دلیل صادق ہے۔ لہٰذا اب اس رسول پر اور جو کچھ یہ لے کر آئے ہیں سب پر ایمان لے آؤ۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے اور اسی میں تمہاری نجات ہو گی — یہ تمہیں ایمان کے راستے پر چلانا چاہتے ہیں جس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ اب اگر ان کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔

ذرا غور کرو کہ وہ تمہارے بھلے کی کہتے ہیں اور اس کا تم سے کچھ بدلہ نہیں چاہتے۔ مال و دولت جمع کرنا ان کا مقصد نہیں۔ حکومت و سلطنت کا انہیں شوق نہیں۔ تمہاری خیر خواہی کے سوا ان کے دل میں اور کچھ نہیں۔ اگر تم کفر کرو گے تو اللہ کا اس میں کچھ نقصان نہیں۔ جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے اس سب کا وہی مالک ہے۔ تمہارے کفر سے اس کی بادشاہت پر کوئی آنچ نہ آئے گی۔ تمہاری نافرمانی کا اثر تم پر ہی پڑے گا۔ اللہ تعالٰے تو کمالِ علم اور کمالِ حکمت کا مالک ہے اس لئے سب کی حالت کو جانتا اور سب کے ساتھ حکیمانہ برتاؤ کرتا ہے۔

اللہ کی دلیل

قولہ تعالٰے: یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَ فَضْلٍ لا وَّ یَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝ط (پ ۶ س ۴ - آیت ۱۷۵)

ترجمہ: اے انسانو! یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک بڑی دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک صاف و صریح نور نازل کیا ہے۔ سو اب جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالٰے کے دین کو مضبوط پکڑا تو اللہ تعالٰے عنقریب ایسے لوگوں کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔ اور انہیں اپنے تک پہنچنے کی سیدھی راہ دکھا دے گا۔

اے انسانو! بلاشبہ تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے پاس ایک بڑی دلیل آچکی ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذاتِ گرامی اپنی صداقت کی خود ہی دلیل ہے اور ہم نے تمہاری جانب ایک صاف و صریح نور بھیجا ہے یعنی قرآن شریف جو گمراہی کی ہر تاریکی سے بچاتا ہے۔ پھر اب جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالٰے کے دین کو جو اسلام ہے مضبوط پکڑا تو ان لوگوں کو اللہ تعالٰے عنقریب اپنی رحمت کے سائے میں داخل کرے گا اور دامانِ فضل میں جگہ دے گا اور اپنے تک پہنچنے کا ان کو سیدھا راستہ دکھائے گا —

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برہان فرمایا اور یہ واقعہ ہے کہ آپؐ کی ذاتِ اقدس اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور

آپؐ کے معجزات اور آپؐ پر کتاب کا نزول یہ سب چیزیں آپؐ کی نبوت اور آپؐ کی رسالت کے کھلے کھلے دلائل ہیں جن کو دیکھنے کے بعد کسی اور دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہیے آپؐ کی ذات خود ہی ایک مجسم دلیل ہے۔ جس طرح آفتاب اپنی آپ ہی دلیل ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو دلیل اور قرآن کو نور فرمایا۔ روشنی کا کام لوگوں کو راستہ دکھانا ہوتا ہے۔ اندھیرے میں روشنی نہ ہو تو انسان ایک قدم نہیں چل سکتا۔ اسی طرح کفر و شرک کی اندھیریاں انسان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ان ظلمات اور تاریکیوں سے قرآن ہی کے ذریعے نجات حاصل کی جا سکتی ہے اور انسان کفر و شرک کے گڑھوں سے بچ سکتا ہے اس لئے قرآن کو نور مبین فرمایا۔ 'اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کی تنزیہہ کا اعتقاد رکھیں۔ اعتصام کسی چیز کے مضبوط پکڑنے کو کہتے ہیں اللہ تعالےٰ کا مضبوط پکڑنا یہ ہے کہ اس کے دین کو جو اسلام ہے مضبوط پکڑیں یا یہ کہ قرآن کو مضبوط پکڑیں۔ بہٖ کا مرجع قرآن بھی ہو سکتا ہے۔ اسلام کو مضبوط پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اور قرآن کی تصدیق کریں، رحمت سے مراد جنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ فضل سے مراد جنت کے علاوہ دوسری نعمتیں ہیں یا دیدار بھی ہے۔ "اِلَیْہِ" کی ضمیر کے مرجع میں بھی کئی قول ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ذاتِ اقدس جیسا کہ ہم نے اختیار کیا ہے یا رحمت یا فضل یا دونوں یا قرآن۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے پیغمبر اور قرآن پہنچ گیا ہے — لہٰذا دلیل اور روشنی میسر آ جانے کے بعد جو شخص اللہ تعالےٰ کے ساتھ صحیح اعتقاد رکھے گا اور خدا پر پوری طرح بھروسہ کرے گا اور اس کے دین کو مضبوط پکڑیگا تو اس کے لیے آخرت میں جنت کا داخلہ ہوگا اور جنت کے علاوہ اور بھی سلوک ہوگا اور دیدارِ الٰہی کا شرف حاصل ہوگا اور ایک ایسی سیدھی راہ کی رہنمائی میسر ہوگی جو حضرت حق تک پہنچتی ہے اور وہ راہ امتثال امر اللہ کی راہ ہے یا طریقۂ رضا ہے۔ بہرحال ایسی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا جو اس کو پسند ہے اور جس پر چل کر بندہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا اور اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اگر یہ شبہ کیا جائے امتثالِ امر اور طریقِ رضا تو خود ایمان اور اعمالِ صالحہ کا نام ہے پھر اس کو سبب کیوں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ سبب ہیں ثبات علی الطاعت اور توفیق طاعت کے جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ ہر عملِ نیک دوسرے نیک عمل کی توفیق پیدا کرتا ہے۔ پس اعمالِ صالحہ مزید نیک اعمال کے موجب ہوں گے اور راہِ راست پر ثابت رہنے میں مدد و معاون ہوں گے۔ اور اسی آیت سے یہ مفہوم بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ جو لوگ ایمان باللہ اور اعتصام باللہ کے منکر ہوں گے وہ ان ثمرات اور فوائد سے محروم رہیں گے اور ان کو یہ وعدہ شامل نہ ہوگا۔ (کشف الرحمٰن)

حاصل یہ نکلا کہ نیک بندے جو سب سے منہ موڑ کر ایک اللہ کے ہو رہیں گے، اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کریں گے، اطاعتِ رسولؐ پر ثابت قدم رہیں گے اور قرآن مجید کو مضبوط پکڑے رہیں گے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے مالا مال کرے گا۔ اس کی رحمت ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہوگی اور اس کے فضل کی بوچھاڑ ان پر ہو رہی ہوگی اور اللہ تعالےٰ انہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے گا جو براہ راست خود اس تک پہنچتی ہے۔

برادرانِ اسلام! ارشاداتِ ربانی سے صاف واضح ہے کہ ہماری کامیابی کی راہ اور فلاحِ دارین کا ذریعہ کتاب و سنت کی پیروی اور اس پر ثابت قدمی ہے۔ اگر ہم کتاب و سنت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہیں گے اور شریعت کے احکام بجا لاتے رہیں گے تو دنیا و آخرت ہر جگہ کامیاب و کامران ہوں گے اور اگر ہم نے کتاب و سنت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور صراطِ مستقیم سے منہ موڑ لیا تو یقیناً خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ کے مصداق ٹھہریں گے —— ہمارا ماضی اس بات پر گواہ ہے کہ ہم نے جب تک اللہ کے احکام پر عمل کیا، رسول اللہؐ کی سنت کو حرزِ جاں بنایا اور دینِ مبین کی پیروی کی ہم سارے عالم میں ممتاز و سرافراز رہے، قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ہم نے پاؤں تلے روندیں اور شرق و غرب میں سطوت اسلام و اسلامیاں کے ڈنکے بجتے رہے لیکن جب سے ہم نے اس نسخۂ کیمیا کا استعمال موقوف کر دیا، شریعت کے احکام کو پس پشت ڈال دیا، دنیا میں ذلیل و رسوا ہو گئے اور اب بھی وقت اس بات کا منتظر ہے کہ آپ اس نسخہ کیمیا اثر کو آزمائیں، خدا و رسولؐ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑیں اور دیکھیں کہ دنیا کی سلطنتیں اور قوتیں آپ کے قدموں تلے ہوں گی آپ دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں انشاءاللہ کامیابی ہے ہی مسلمان کے لئے۔

انسانیت کا منشور

یہاں یہ بات ہرگز فراموش نہ کیجئے کہ یہ دنیوی کامیابی جو غیر قوموں نے حاصل کر لی ہے اس سے انسانیت کو ترقی ہو گئی ہے، مادی ترقی سے انسانیت کی ترقی ہرگز نہیں ہوتی۔ انسانیت کا پروگرام، انسانیت کا دستور اور منشور فقط اللہ کا کلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے۔ ساری نوع انسانی کو یا قرآن دعوت دیتا ہے یا پیغمبر اسلام سارے انسانوں کو سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن "الناس" کو خطاب کرتا ہے اس لئے جو عامل بالقرآن نہیں درحقیقت وہ زمرۂ الناس یا انسانیت سے ہی خارج ہے۔ جو شخص جس قدر قرآن پر عمل کرے گا اتنا ہی انسانیت پر عمل کرے گا۔ اور جو شخص جتنا قرآن سے دور ہوگا اتنا ہی انسانیت سے دور ہوگا۔ چنانچہ ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ اور روس نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا لئے ہیں یا وہ راکٹوں کے ذریعے چاند کا شکار کرنے میں مصروف ہیں تو اس سے ہرگز انسانیت کی ترقی نہیں ہوئی — ایٹم بم بن جانا ذرہ کی ترقی

(باقی صفحہ ١٧ پر)

(مولانا عبداللہ ہزاروی)

شاید ۱۳۶۰ھ ہجری تھی۔ اس سال حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تقریباً ۵۰ علماء کرام دورۂ تفسیر میں شریک تھے ماہ ذیقعدہ میں دورۂ ختم ہوگیا۔ اور تحریری امتحان ہوا۔ تقسیم اسناد کے موقع پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے مدعو کئے گئے۔ اور آپ ہی کے مبارک ہاتھوں ہمیں سندیں دی گئیں۔

اُس دن کی خوشی آج بھی یاد ہے اور یاد رہے گی۔ انوار الٰہی کے نزول سے اس مجلس کی عظمت و برکت کا جو تاثر دل میں اُترا تھا وہ اب تک نہیں مٹا اور نہ مٹے گا۔ ایک بزرگ دھیمی دھیمی آواز سے کچھ کہہ دیتے۔ تو دوسرے مسکرا دیتے اور کبھی وہ کچھ فرماتے اور یہ مسکرا دیتے۔ جب ہم لوگ گھروں کو واپس ہونے لگے۔ تو شرکاء جماعت سے جس طرح یہ راقم الحروف نالائق تھا۔ اسی طرح سب سے مفلس بھی تھا۔ اس لئے حضرت کی خدمت اقدس میں یک درخواست پیش کی۔ کہ یا تو کرایہ کا بندوبست ہو۔ اور یا کسی جگہ عارضی ملازمت پر جو تین چار ماہ کے لئے ہو بھیجدیا جائے۔ تاکہ سفر خرچ مہیا ہو جائے۔ تو جواب میں فرمایا کہ پھر کچھ دن انتظار کرنا پڑیگا۔ ان ہی دنوں امرتسر سے مولانا حسین میر صاحب کشمیری جو حضرت اقدسؒ کے عقیدتمندوں سے تھے۔ تشریف لے آئے۔

(یہ یاد رہے۔ کہ یہ صاحب اخبار سیاست امرتسر کے ایڈیٹر تھے اور بعد میں جامع تکیہ مدن شاہ میں درس قرآن دیا کرتے تھے)، حضرت اقدسؒ کی ملاقات کرکے واپس ہوگئے۔ ادھر ہمارے شرکاء جماعت اکثر تو چلے گئے اور کچھ باقی تھے جو ملازمت مستقلہ کے خواہشمند تھے اور بعض حضرت اقدسؒ سے بیعت ہونے کے لئے بیٹھے تھے۔

بہرحال مولانا حسین میر صاحب کی واپسی کے بعد حضرتؒ نے ان لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا۔ کہ ایک جگہ درس قرآن دینا ہے۔ جو صاحب جانا چاہیں وہ مجھ سے بات کریں۔ اور راقم الحروف سے دریافت کی ضرورت نہیں جانی۔ اس لئے کہ راقم الحروف کی نالائقی حضرتؒ کو معلوم تھی۔ بعض دوست حضرتؒ کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے کہ ہم جانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جگہ اور مشاہرہ بتایا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ یہ تھی۔ کہ آپ تنخواہ کا تقرر ناپسند فرماتے۔ اور ناصحانہ طور پر فرماتے کہ یہاں تم اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے کام کرو وہ جو کچھ تم کو دلا دیں۔ وہ لے لیا کرو اس سے برکت ہوگی اس بنا پر بہت کم آدمی آمادہ ہوئے لیکن جو بھی آمادہ ہوتا تو فرماتے۔ کہ جگہ تو امرتسر ہے۔ اور کام درس قرآن ہے۔ مگر درس میں مختلف خیال کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ مثلاً چکڑالوی شیعہ اہل حدیث اس واسطے سوچ کر قدم اٹھانا۔ تو احباب یہ سن کر انکار کردیتے کہ حضرت وہ تو بڑی خراب جگہ ہے۔ ہم تو وہاں نہیں جاتے۔ یہ سلسلہ یہاں تک چلا کہ راقم الحروف کی باری آگئی۔ چنانچہ ایک روز حضرتؒ اقدس نے نماز ظہر سے فارغ ہوکر جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور اس ناکارہ کو ہمراہی کے لئے اشارہ فرمایا بندہ ساتھ ہولیا۔ کچھ دور جاکر فرمایا کہ تم نے عارضی ملازمت کے لئے درخواست دی تھی۔ جگہ تو نکلی ہے۔ مگر ہے مشکل۔ اسی بنا پر تمہارے رفقاء نے انکار کردیا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ اگر آپ بھیجیں گے۔ تو بندہ تیار ہے۔ فرمایا کہ جگہ تو میں بتا دیتا ہوں۔ اور درس قرآن دینا ہے۔ اور تین مہینے کام کرنا ہے۔ مگر درس میں فلاں فلاں مشکلات بھی ہیں۔ آگے تمہاری مرضی بندہ نے عرض کیا۔ کہ کچھ بھی ہو۔ جب آپ فرمائیں گے۔ کہ میں بھیجتا ہوں آپ پھر دیکھیں گے کہ بندہ کس طرح دوڑا جاتا ہے۔ حضرتؒ مسکرائے اور فرمایا۔ کہ اچھا کل تم کو بھیج دیا جائے گا۔

چنانچہ اگلے روز جو جمعہ کا دن تھا ۹ بجے حضرت مسجد میں تشریف لائے اور ایک لفافہ اور کچھ پیسے کرایہ کے لئے دیکر فرمایا کہ اسٹیشن سے اتر کر دروازہ لوہ گڑھ کا پوچھ لینا اور وہاں سے تکیہ مدن شاہ کا پھر وہاں کی جامع مسجد کا دریافت کرنا اور لفافہ جامع مسجد کے متولی کو دے دینا بس جاؤ خدا حافظ و ناصر ہو۔ بندہ تقریباً ۱۱ بجے بتائے ہوئے طریقے پر جامع مسجد میں پہنچ گیا۔ متولی صاحب مسجد میں موجود تھے صفائی اور سائبان کا بندوبست کرا رہے تھے۔ بندہ نے ایک آدمی سے دریافت کیا اُس نے کہا کہ یہی متولی ہیں۔ بندہ نے وہ لفافہ اُس کو دے دیا اُس نے کھولا اور حضرت کا اسم گرامی جب پڑھا پھر چوما اور آنکھوں سے لگا کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ وقفے وقفے کے بعد بندہ کو ایک نظر دیکھ لیتا۔ معلوم نہیں کہ حضرت نے اس ناچیز کی بابت کیا کچھ لکھ دیا تھا۔ کہ اُس شخص کی طرز نگاہ سے یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ حضرت نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا مصداق یہ نہیں بلکہ کوئی دوسرا آدمی ہے۔ چنانچہ اُس نے پوچھا۔ کہ وہ آپ ہی ہیں۔ اور کیا حضرت نے آپ ہی کو یہاں کے لئے بھیجا ہے بندہ نے جواب دیا۔ کہ جی وہ میں ہی ہوں اور حضرت نے مجھے ہی یہاں کے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ اُس نے یہ کہتے ہوئے کہ "رموز مملکت خویش خسروان دانند" (یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ شخص بھی حضرت کے عشاق میں سے تھا جو بعد میں معلوم ہوا) کہا افسوس کہ ان پڑھ دانا حضرت اقدسؒ کو اُسی وقت پہچان کر حلقہ بگوش ہوگئے اور بعض پڑھے ہوئے نادان بھٹک گئے اور محروم رہ گئے۔

متولی صاحب جان محمد نے مؤذن سے کہا کہ ان مولوی صاحب کو مسجد کے اُس کمرے میں بٹھا کر ہمارے گھر سے کھانا لیتے آؤ۔ کہ وہ کھانا کھا کر آرام کرلیں۔ بندہ کھانے سے فارغ ہوکر لیٹ گیا۔ اتنے میں اذان ہوگئی لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے۔ کچھ لوگوں نے متولی صاحب سے پوچھا کہ صاحب مولانا حسین میر صاحب جو لاہور گئے تھے وہاں سے حضرت نے کیا کہا۔ متولی نے کہا کہ بھائی حضرت نے ہماری درخواست منظور فرمائی ہے۔ آدمی آگیا ہے اور وہ اُس کمرے میں آرام کر رہا ہے۔ اب جمعہ وہی پڑھائیگا۔ بھائی آدمی تو پھٹے پرانے کپڑے

پہنے ہوئے ہے۔ مگر حضرت اقدس نے اس کے متعلق بڑی تسلی دی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ حضرت تو اللہ والے ہیں۔ وہ جس شخص کی تسلی فرائیں۔ وہ تسلی بخش ہوگا۔

خیر اذان ہوگئی۔ میں نے وضو کیا مسجد نمازیوں سے بھر گئی۔ مولانا حسین میر صاحب آگئے۔ اور انہوں نے اعلان کیا۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں حج کے ارادہ سے جا رہا ہوں۔ اور آپ کے حسب مشورہ میں لاہور گیا تھا۔ حضرت اقدس شیخ التفسیر سے دعاء بھی کرائی اور یہاں کے درس کے لئے اُن سے ایک عالم بھی مانگا تھا آپ نے آج اپنا آدمی بھیج دیا ہے۔ آج جمعہ بھی پڑھائے گا۔ اور کل سے درس بھی دے گا۔ میری واپسی تک یہ یہاں کام کریں گے۔ یہ کہہ کر انہوں نے راقم الحروف کو آواز دی کہ مولوی صاحب ممبر پر تشریف لائیے۔ قارئین کرام! کیا عرض کروں کہ اُس وقت اپنی حالت کیا تھی۔ ممبر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر جان نکلی جا رہی تھی۔ اور دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ حضرت اقدسؒ نے کس مصیبت میں پھنسا دیا۔ کاش کہ اُسی وقت انکار کر دیتا تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ خطاب تو کجا میں نے اتنے بڑے مجمع کو تو نماز بھی نہیں پڑھائی۔

غرض کہ ارتعاشی حالت میں ممبر پر بیٹھ گیا اللہ کی شان دیکھئے حضرت اقدسؒ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ظاہر ہو رہی ہے بس ممبر پر بیٹھ کر جو مجمع پر نظر ڈالی نظر ڈالتے ہی نہ وہ خوف و ہراس رہا نہ لرزہ براندامی طبیعت میں سکون آگیا۔ دل اطمینان سے بھر گیا۔ شاندار طریقہ سے خطبہ مسنونہ پڑھا۔ اور ایک آیت کریمہ تلاوت کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کہلوایا نہایت اطمینان سے کہہ گزرا۔ جوانی تھی اور آواز بھی بھلی تھی۔ تقریر کے بعد نماز پڑھائی۔ دعاء کے بعد لوگ چلے گئے اور اسی کمرہ میں جا بیٹھا۔ اتنے میں حسین میر صاحب ... متولی جان محمد صاحب اور دو چار اور آدمی بھی آبیٹھے کہنے لگے۔ کہ لوگوں نے آپ کی تقریر کو بہت پسند کیا اور اس کی بڑی تعریف کی گئی ہے بالخصوص حضرت شیخ التفسیر لاہوری کا بڑا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ حضرت نے ہم کو بہت اچھا آدمی دیا ہے راقم الحروف دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ میں کیا اور میرا

بیان کیا یہ سب حضرت کی کرامت ہے یہ ایک منزل تھی اور دوسری صبح درس کی منزل تھی۔ دیکھئے وہ کیسی رہے علی الصباح درس دیا۔ جو سورۃ النساء کے آخری رکوع میں سے تھا۔ دوران تقریر دور سے چند احباب نے کچھ اعتراض کئے۔ مگر ان اعتراضوں کی بابت اپنے حضرت سے بہت کچھ محفوظ تھا بفضلہ تعالیٰ اپنی گاڑی کہیں بھی نہیں اٹکی اور گھنٹہ پورا ہوگیا۔ لوگ خوشی خوشی چلے گئے۔ اور متولی صاحب میرے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ نہیں جانتے ہوں گے۔ وہ اعتراض کرنے والے منکرین حدیث تھے جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔ یہ مولانا حسین میر صاحب کو تو بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایک گھنٹہ ایک بات پر ختم ہو جاتا۔ آج تو کم بولے ہیں راقم الحروف نے کہا کہ اچھا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اگلے دن پورا گھنٹہ اسی پر تقریر کی دوران تقریر وہ ہی منکر حدیث کہنے لگا۔ کہ مولوی صاحب رکوع پر بولئے آپ قرآن سے باہر جا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ صاحب! قرآن کی تفہیم اور تشریح کے راستہ میں کچھ رکاوٹیں ہو رہی ہیں۔ اُن کو دور کر رہا ہوں اور قرآن بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ اُن کو دور کرو۔ تو میں قرآن کے اندر ہی کی بات کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ آج نہ سمجھ سکے تو کوئی حرج نہیں پھر سمجھ میں آجائے گی۔ اللہ کی قدرت وہ شخص کچھ اس طرح گھبرایا کہ اپنے ساتھیوں سمیت مسجد کو آنا چھوڑ دیا۔ اور درس بالکل اطمینان سے ہونے لگا۔

حالانکہ بندہ کو اس سے پہلے ان منکرین حدیث سے کبھی بات کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ یہ بھی حضرت اقدسؒ ہی کی کرامت تھی۔

اس کامیابی کے متعلق بندہ نے حضرتؒ کو خط لکھا تو جواب میں فرمایا۔ کہ میدان تو تمہارا ہی ہے۔ مگر خود بینی سے بچنا۔ فروتنی چھوٹنے نہ پائے۔ اللہ ناصر ہو۔ پھر کیا تھا محلہ محلہ بلائے جانے لگا جگہ جگہ وعظ ہونے لگے۔ درس اور جمعہ میں حاضری ترقی کرتی گئی۔ حالانکہ مولانا حسین میر صاحب حج سے رہ گئے تھے۔ ان کو کہا گیا۔ کہ آپ اپنا کام سنبھالیں۔ اور بندہ کو اجازت دیں۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ درس تو تمہارا ہی ہوا کرے گا۔ ہم سب کو پسند ہے۔ چنانچہ

چار ماہ تک درس دیا پھر والدین کے مجبور کرنے کی وجہ سے وطن آگیا۔ اور آج بھی زندگی کے دن گزار رہا ہوں۔ میرے حضرت کی کرامت ہی تو تھی۔ کہ جس جگہ چار ماہ گزار کر آیا تھا اُن لوگوں نے پانچ سال تک خطوط وغیرہ سے یاد کیا۔

شعری تبصرے

ذوق و عبرت

فیضی لودھیانوی لاہور

خود فریبی

محروم عمل قوم نے ازراہِ عقیدت
قرآن کے احکام کو زرتار سے لکھا
آرائش آئینہ اگر خوب کرے وہ
کیا فائدہ اس شغل سے بد شکل کو ہوگا

•

دانش و ہمت

خدا سے مانگ دو جوہر ہمیشہ
چمک اٹھے گی ان سے تیری قسمت
جوانی میں بزرگوں کی سی دانش
بزرگی میں جوانوں کی سی ہمت

•

دو عیدیں

اور کیا فضل خدا ہو سوچو
سوچ کر اپنی خطا پر رو دو
ایک روزہ بھی نہ رکھنے والو
تم کو مل جاتی ہیں عیدیں دو دو

•

مسائل اولاد

مانا کہ زندگی میں دشواریاں بہت ہیں
دشوار تر ہیں لیکن اولاد کے مسائل
رہ جائے بے بسی کی تصویر بن کے انسان
حاصل نہ ہوں جو غیبی امداد کے وسائل

•

دو عملی

ریڈیو پر درس مفتی نے دیا
دین میں گانا بجانا ہے حرام
اُن کے جاتے ہی سنانے لگ گئی
مطربہ سازوں سے غالب کا کلام

(۲)

آپ یہ اندازہ لگا لیں جس ذاتِ بابرکات کے ذمے اتنی بڑی ذمہ داری سونپ دی جائے اُس کا طبعی تقاضا کیا ہونا چاہئے۔ میرے بزرگو! یہاں ایک چھوٹی سی بات یاد رکھ لیجئے تاکہ پوری آئتیں حل ہو جائیں۔ یہ سب درسِ قرآن ہے۔ اللہ مجھے اور آپ کو سمجھ نصیب فرمائے اور عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ یہ جو تھوڑی تھوڑی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارے لئے یہ بھی بڑی سعادت ہے۔

میرے بزرگو! امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یا جتنے نبی گذرے ہیں —— انبیائے برحق —— حضرت آدم سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی گذرے ہیں، یہ جتنے کے جتنے نبی تھے ان کو نبوت اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔ یعنی یہ نبوت وہبی ہوتی ہے کسبی نہیں ہوتی —— نبوت وہبی عطیہ ہے اللہ تعالےٰ کا، کسبی نہیں ہے —— یہ مطلب نہیں ہوتا ایک آدمی ٹریننگ کرتا رہتا ہے، کورس پاس کرتا رہتا ہے، پھر اس بات کا منتظر ہوتا ہے کہ ڈاکیہ ابھی لاتا ہے میرے پاس چھٹی کہ تمہیں یونیورسٹی سے نبوت کی ڈگری مل گئی۔ تو وہ تو چھٹی ملنے پر کوئی پریشان نہ ہوگا، کوئی بوجھ نہیں سمجھے گا بلکہ وہ تو اس کا منتظر ہوگا۔ لیکن جہاں پر نبوت وہبی ہے —— نبوت ہے ہی وہبی —— اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ط اللہ فرماتے ہیں جس کو میں چاہوں چن لوں۔ میرے چن لینے میں میرا اپنا دخل ہے۔ جن کو میں چنتا ہوں اُن کو تو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ بسا اوقات یہ ہوا ہے —— قرآن میں دیکھ لیجئے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لے جا رہے ہیں، مدین سے واپس تشریف لے جا رہے ہیں، کوہِ طور کے پاس پہنچتے ہیں، زوجۂ محترمہ حضرتِ صفوراءؑ آپ کے ساتھ ہیں، رات کا وقت ہے، سردی کا موسم ہے۔ آپ تشریف لے جا رہے ہیں اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ج موسیٰ علیہ السلام کو محسوس ہوتا ہے کوہِ طور کی طرف سے آگ۔ تو آپ اس کے پاس پہنچتے ہیں۔ قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا، میں نے آگ کو محسوس کیا۔ دیکھا نہیں —— اٰنَسْتُ —— فرمایا۔ قرآن مجید کا ہر ہر لفظ اپنے اندر بحرِ بے پایاں رکھتا ہے معانی کا اور معارف کا۔ یاد رکھئے میرے بزرگو! قرآن مجید کے لفظوں میں بھی اعجاز ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے اٰنَسَ فرمایا وہاں پر نَظَرَ نہیں آپ کہہ سکتے۔ نَظَرَ میں اور اٰنَسَ میں فرق ہو جائے گا —— تو یہاں پر علمائے تفسیر نے (اللہ تعالےٰ ان کی قبروں کو پُر نور فرمائے) یہ بیان کیا کہ یہ کیوں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور کے قریب پہنچے اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۵ قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ یہاں پر نَظَرْتُ نہیں فرمایا۔ میری نظر میں آگ پڑی ہے —— اٰنَسْتُ۔ اٰنَسَ کا معنیٰ ہے محسوس کرنا۔ خواہ وہ خارج میں چیز ہو یا نہ ہو۔ اٰنَسَ کا معنیٰ محسوس کرنا، دل اور دماغ میں کسی چیز کا گذر جانا، خواہ وہ خارج میں نہ ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام جب وہاں سے گذر رہے تھے تو کوہِ طور کی طرف سے آگ جلتی نظر آئی، آگ وہاں تھی نہیں۔

یہاں پر میں ایک شبے کا ازالہ کر رہا ہوں۔ یعنی آگ میں خدا نہیں ملا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) آگ میں خدا کیسے مل سکتا ہے؟ آگ تھی ہی نہیں۔ اٰنَسْتُ میں نے محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف ذرا کھینچنا چاہتی تھی اور کھینچنا یوں ہوا اسباب پیدا کر دیئے کہ یہ رات کا مسافر، سردی کا ٹھٹھرا ہوا مسافر جا رہا ہے، اس کو آگ کی ضرورت ہوگی، رستہ قریب معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی اس لئے اس کے سامنے میری جو تجلی پیش ہو وہ اس صورت میں پیش کر دی جاتے۔ چنانچہ آگ جو آپ نے جلتی دیکھی تو اپنی زوجہ محترمہ سے کیا کہا؟ میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے آگ نظر آ رہی ہے اس لئے آپ یہاں پر ٹھہریں قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا آپ یہاں پر ٹھہریں، میں جاتا ہوں۔ وہاں سے تمہارے لئے آگ لاتا ہوں لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ۵ تاکہ آپ تاپیں آپ کا وجود گرم ہو جائے، سردی کا موسم ہے یا مجھے وہاں پہ کوئی اور رستہ قریب کا مل جائے۔ تو قرآن مجید میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ عؑ آگ کے قریب ہوتے ہیں تو پودا تھا مِنَ الشَّجَرَۃِ پودا تھا، پودے میں آگ کیسے لگ سکتی ہے وہ تو نور تھا یہ ندا آئی۔ یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۵ اے موسیٰ! میں تو اللہ ہوں جو رب العالمین ہے۔

تو دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کو تو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ مجھے اب نبوت ملنے والی ہے، میں نبی ہونے والا ہوں۔ کیونکہ پہلے سے کوئی تیاری تھوڑی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی جا تو فرعون کی طرف، وہ بڑا سرکش ہو چکا ہے اس کے سامنے جا کر میری توحید پیش کر اس سے کہہ دے کہ جو تو نعرہ لگاتا ہے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک ہے، تو خدا نہیں ہے —— تو موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت دربارِ الوہیت میں عرض کی کہ یا اللہ! مجھے کوئی اس میں اشکال نہیں۔ میں جانے کے لئے بالکل تیار ہوں، مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ لیکن اے رب العالمین! تو جانتا ہے کہ فرعون مصر کا مطلق العنان بادشاہ، سارے مصر کا فرمانروا ہے اُس کے مقابلے میں یا اللہ میں جاتا ہوں لیکن میں چند باتیں عرض کرتا ہوں اے رب العٰلمین!

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۙ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۠ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ یہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے چند باتیں عرض کیں کہ یا اللہ! میں ابھی تیرے حکم کی تعمیل کرتا ہوں، نبوت تو مل گئی، رسالت مل گئی، معجزات مل گئے، میں جانتا ہوں لیکن میری چند درخواستیں ہیں رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ اے اللہ! میرے سینے کو کھول دے کیونکہ میں نے بڑا کام کرنا ہے، تو نے میرے سپرد بہت بڑا کام کیا ہے، میں نے جا کر فرعون سے بات کرنی ہے ـــــ فرعون کو تیری طرف بلانا ہے، فرعون کے دعاوی باطلہ کے ساتھ ٹکر لینی ہے میں نے مصر کی سرزمین کو ہلانا ہے۔ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ۔ میرے سینے کو اب تو کھول دے تاکہ میں ان کو برداشت کر سکوں، طبعی طور پر میں اس کو برداشت کر سکوں۔ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ اور اے میرے اللہ! میرے اس معاملے کو ذرا آسان کر دے جس کو میں آسان سمجھوں، اسباب مہیا ہوتے جائیں۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ اور میری زبان کی یا اللہ تو گرہ کو کھول دے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی ـــــ یہ سب قرآن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا۔ تو آپ نے اس کو تھپڑ مار دیا۔ فرعون نے بیوی سے کہا (آسیہ خاتون رضی اللہ عنہا سے) کہ دیکھا! میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ یہ بچہ کچھ خطرناک ہی معلوم ہوتا ہے۔ میرے محل کے نیچے آ کر بچے کے تابوت کا لگ جانا یہ تو کسی دشمن کی کوئی حرکت معلوم ہوتی ہے لیکن تو یہ کہتی ہے نہیں کہ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ اس کو قتل نہ کرو۔ بڑا ہو کر ممکن ہے ہمیں نفع دے جائے اور اگر نفع نہ دیا، تو بیٹا ہی بنا لیں گے۔

انسان کی بے بسی کا یہ عالم ہے نعرہ بے وقوف یہ لگاتا ہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى، میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، گھر میں نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے، لوگوں کا رب بنا پھرتا ہے گھر میں نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے۔

تو حضرت آسیہ خاتون نے کہا کہ نہیں قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ ہو سکتا ہے اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور تیرے لئے بھی ممکن ہو فائدہ دے جائے۔ تو آسیہ خاتون کے کہنے پر فرعون نے آپ کو قتل نہ کیا۔ تو جب آپ کو فرعون نے گود میں لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو تھپڑ مار دیا۔ تو فرعون نے کہا آسیہ خاتون سے کہ دیکھا؟ یہ بچہ کچھ حرکتی معلوم ہوتا ہے میں اب اسے زندہ نہیں چھوڑتا۔ آسیہ خاتون نے سمجھایا کہ بے وقوف! یہ چھوٹا بچہ ہے اس کو کیا پتہ کہ تو کون ہے اور یہ کون ہے۔ چنانچہ تاریخوں میں آتا ہے، تفسیروں میں بھی موجود ہے اور مفسرین کے اقوال عموماً مستند ہوتے ہیں۔ ہمارے علماء نے بڑی محنتیں کی ہیں۔ ان میں کچھ کمزور روایات بھی ہوتی ہیں لیکن اکثریت ان میں مستند ہوتی ہے۔ اور جس روایت کا ٹکراؤ قرآن و حدیث کے ساتھ نہ ہو اسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا جہاں پر بنیادی عقیدوں پر کوئی زد نہ پڑتی ہو۔ چنانچہ آسیہ خاتون نے حکم دیا کہ ایک پلیٹ میں لعل رکھ کر لائیں اور ایک میں دہکتا ہوا انگارہ کوئلہ، چنگاری جسے کہتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ یہ بچہ سمجھ دار ہے کہ غیر سمجھدار ہے (میں خلاصہ عرض کر رہا ہوں) تو موسیٰ علیہ السلام بجائے اس کے کہ اس لعل کو جو بھڑک رہا تھا اپنے ہاتھ میں لیتے انہوں نے اس چنگاری کو اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لیا۔ جس سے آپ کی زبان جل گئی اور آپ کی زبان میں لکنت تھی لیکن اس تھوڑے جیسے نقصان سے نتیجہ یہ نکلا کہ فرعون کے دماغ میں شبہ تھا وہ دور ہو گیا وہ سمجھ گیا کہ یہ تو بچہ ہے میں نے ویسے ہی غلط خیال اس کے متعلق کر لیا۔ اگر یہ بچہ سمجھدار ہوتا تو یہ لعل کو اٹھاتا نہ کہ آگ کو اٹھاتا۔

یہی حکمتیں ہوتی ہیں میرے بزرگو! کبھی کبھی خداوند قدوس کی طرف سے کچھ تھوڑی تھوڑی ہمیں چنگاریاں لگا دی جاتی ہیں ہم اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے۔ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔـا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـــًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بات کو تم مشکل سمجھو لیکن وہ تمہارے حق میں بہتر ہو گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بات کو تم بہتر سمجھو لیکن وہ تمہارے حق میں شر ہو گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس کشتی میں جس میں آپ سوار ہیں خضر بھی ساتھ ہیں۔ آپ نے اس کشتی کو توڑ دیا (قرآن میں قصہ موجود ہے، سورت کہف میں) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اعتراض کرتے ہیں کہ اے خضر! تو نے اس کشتی کو توڑ دیا جن بچاروں نے ہمیں مفت سوار کیا۔ کشتی کا تختہ جو ٹوٹ گیا ہے اب پانی کشتی کے اندر آئے گا، کشتی ڈوب جائے گی، ہم سارے غرق ہو جائیں گے اور یہ بچارے بھی برباد ہو جائیں گے۔ لیکن خضر علیہ السلام کیا فرماتے ہیں؟ ذرا ٹھہرو۔ تم نہیں جانتے اس میں کیا مصلحت ہے۔ چنانچہ ان کو ساری باتوں کی آپ نے تعبیر بتائی۔ اس میں یہ بھی بتایا۔ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَاۗءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝ اے موسیٰ! میں نے وہ جو کشتی توڑی تھی تو وہ اس لئے توڑی تھی کہ اس گھاٹ پر آج سالم کشتیوں کو پکڑ رہے تھے بیگار میں، اور ان بچاروں کی تو ایک ہی کشتی تھی اگر یہ بھی بیگار میں پکڑی جاتی تو رات کو یہ بال بچوں کے پاس کیا لے کر جاتے؟ میں نے ایک تختہ نکال دیا۔ جب وہ گھاٹ پر پہنچی تو دیکھا پولیس کے آدمیوں نے کہ یہ کشتی تو بیکار ہے اس میں اگر کوئی صاحب بیٹھا تو "صاحب" ڈوب جائے گا۔ اب یہ تو نہیں ہوتا کہ ایک تختہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تقریر: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی　　　　تحریر: محمد عثمان غنی بی، اے

مؤرخہ ۶ر جولائی ۱۹۶۶ء بروز بدھ واہ کینٹ کی ایک مسجد کا افتتاح فرماتے ہوئے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی پروفیسر گورنمنٹ کالج کیمبل پور و خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیرؒ نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عنوان پر ایک نہایت جامع اور ایمان افروز تقریر فرمائی جو قلمبند کرکے قارئین خدام الدین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ (محمد عثمان غنی بی اے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ط وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ط وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ط اَرْسَلَہٗ کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ط وَ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ط صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَیْہِ ط

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ
وَجَاءَتْ لِدَعْوَتِہِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَۃً
تَمْشِیْ اِلَیْہِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

اَمَّا بَعْدُ فَبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا ز سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىۃِ ج صلے وَ مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ج قف کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ہ صدق اللہ العلی العظیم۔

میرے محترم بھائیو اور دوستو! یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہے اور اس کا خاص کرم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بھی اور آپ کو بھی تھوڑی دیر کے لئے ایسی پاکیزہ جگہ میں جسے مسجد کہا جاتا ہے اس پاکیزہ وجود جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا کر دیا۔ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ اللہ ہی کا احسان ہے ورنہ انسان کی یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنے گھر سے بھی باہر قدم رکھ سکے یا اپنے آرام کو چھوڑ کر مسجد میں آسکے یا ایسے جلسے میں شریک ہو سکے یا اس دور میں جس دور میں ہم گذر رہے ہیں کہ لوگوں میں دین کی طرف رغبت نہیں بلکہ دین سے تقریباً نفرت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ وجود، خوش نصیب ہیں وہ انسان جو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں، ان کے ذکرِ مقدس کو سنتے ہیں ورنہ درحقیقت آج کا جلسہ یہ اللہ تعالےٰ کے نبی کا ایک خاص اعجازی کرم ہے۔ کل جب میرے پاس میرے محترم بھائی حاجی عثمان غنی صاحب اور حاجی خوشی محمد صاحب تشریف لے گئے کیمبلپور تو میں کل ہی صبح مظفر آباد سے واپس آیا تھا اور راستے ہی میں میں بیمار ہو گیا اور مجھے بڑی شدید تکلیف رات کے ایک بجے تک رہی۔ میں ان کی اکرام ضیف کے طور پر کوئی آؤ بھگت بھی نہ کر سکا۔ مگر یہ وعدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہوا تو میں کل حاضر ہو جاؤنگا اور رات کو یہی سوچتا رہا۔ کہ بیماری میں اور جتنے علاج ہیں یہ سب ضمنی علاج ہیں۔ ان علاجوں میں شفا کا یقین نہیں ہے، یہ علاج ہیں، شفا نہیں ہے، شفا صرف ہے قرآن مجید میں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ہ تو میں نے رات ہی یہ نیّت کی کہ اے اللہ! تو مجھے شفا عطا فرما۔ تاکہ میں اس ذکر مقدس میں شریک ہو سکوں۔ پھر وہ ذکر کس کا؟ جس کے ذکرِ پاک سے بیماریاں ٹلتی ہوں، جس کے ذکرِ پاک سے بیماریاں چلی جاتی ہوں، جس کے ذکرِ پاک سے مصائب دور ہوتے ہوں۔ اس کی مجلس میں شریک ہونے کے لئے اے اللہ تعالےٰ! تو مجھے صحت عطا فرما تاکہ اس مجلس میں شریک ہو سکوں۔ الحمد للہ، اللہ نے مجھے صحت بخشی اور میں بڑی خوبی کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔

میرے بھائیو اور میرے بزرگو! حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ اقدس روحانی امراض کے لئے بھی شافی ہے اور جسمانی امراض کے لئے بھی شافی ہے۔ قرآن مجید روحانی امراض کے لئے بھی شفا ہے اور ظاہری امراض کے لئے بھی شفا ہے۔ قرآن مجید نے واضح فرمایا وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ہ ہم نے جو قرآن اتارا یہ مومنوں کے لئے شفا ہے۔ اس کی تفسیر میں شوکانی جیسے مفسروں نے بھی لکھا ہے کہ شفاء ظاہری بھی ہے اور شفاء باطنی بھی ہے۔ ظاہری امراض کی بھی شفاء اس سے ہو سکتی ہے اور باطنی امراض کے لئے بھی قرآن مجید شفاء ہے —— اسی طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مقدس ظاہری اور باطنی دونو امراض کے لئے شفاء ہے۔ قرآن نے اعلان فرمایا۔ وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ اے میرے حبیب! آپ

سراپا رحمت ہیں سارے جہانوں کے لئے۔ بیماری زحمت ہوتی ہے زحمت پر جب رحمت آ جائے تو یقیناً بیماری ہٹ جاتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی بیضاوی کے شارح ہیں، جنہوں نے بیضاوی کی شرح لکھی ہے۔ بیضاوی ہماری تفسیر کی بہت بڑی اونچی کتاب ہے۔ دنیا میں اللہ تعالٰے نے جس قدر شرف عربی زبان میں بیضاوی کو اور اس کے بعد جلالین کو بخشا ہے اتنا کسی اور تفسیر کو نہیں بخشا گیا۔ بیضاوی کی شرح لکھی علامہ شہاب خفاجی نے۔ اور انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "نسیم الریاض" ـــ قاضی عیاض گذرے ہیں چھٹی صدی ہجری میں، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "کتاب الشفا" ہے۔ تو وہ قاضی عیاض صاحب کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "شفاء"۔ اس کتاب کو اللہ تعالٰے نے وہ شرف بخشا ہے کہ جب کسی بیمار کے پاس پڑھی جائے تو بیمار تندرست ہو جاتا ہے کشتی بھی ہو تو کشتی ڈوبتی نہیں۔ اور پھر وہ اپنا تجربہ لکھتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور میرے پاس قاضی عیاض کی "شفا" کا کچھ حصّہ پڑھا گیا۔ اللہ تعالٰے نے مجھے شفا بخشی۔

قصیدہ بردہ جس کو عوام بُردہ کہتے ہیں اس کی تصنیف کا سبب ہی یہ ہے۔ علامہ بوصیری رحمتہ اللہ علیہ کو فالج ہو گیا تھا۔ سارا بدن معطل تھا۔ لیکن زبان چلتی تھی۔ قصیدہ لکھا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جس کے دو تین شعر میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھے اللہ نے شفا بخشی۔ اُسی قصیدے کو لے کر دربار نبوت میں پہنچے۔

تو حضورِ انور کا ذکرِ اقدس باعث برکت اور باعث خیر و خوبی ہے۔ ہم سب بھائی یہاں اکٹھے ہیں، ممکن ہے کچھ بچیاں بھی اکٹھی ہوں گی۔ تو بات شروع کرنے سے پہلے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ میں یہ عرض کر دوں میرے بھائیو! اور میرے بزرگو! ایسی مجالس میں دو ہی چیزیں زیادہ رسمی ہیں۔ اور ہمارے اکابر کا تو طریقہ ہی یہی ہے فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ لوگوں کو قرآن پڑھ پڑھ کر سناؤ ـــ اور قرآن کی شرح کیا ہے؛ جناب محمد رسول اللہ کی بات۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرت مولانا حافظ نذر الرحمٰن صاحب اپنی تقریر میں فرما چکے ہیں۔ حضرت عائشہ کی روایت کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن حضور انور کے اخلاق قرآن ہیں۔ کیا مطلب؟ قرآن متن ہے۔ اور اُس کی شرح ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ـــ تو ایسی مجالس میں قرآن اور حدیث ہی بیان ہوتا ہے۔ تو قرآن کے سننے کے لئے بھی حکم ہے قرآن کا، آیت کی میں تلاوت نہیں کرتا، سجدہ تلاوت لازم ہوتا ہے، ترجمہ اُس کا یہ ہے۔ کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے تو بڑی خاموشی کے ساتھ سنو، توجہ کے ساتھ کان لگاؤ تا کہ تم پر خدا کا رحم ہو۔ اگر قرآن کو بے توجہی کے ساتھ سنا، دل نہیں لگایا، کسی اور مقصد کے لئے سُنا۔ تو اللہ کی رحمت سے دوری ہو گی۔ اس لئے ارشاد فرمایا۔ کہ جب قرآن پڑھا جائے۔ تو قرآن کی طرف کان لگاؤ، ہمہ تن گوش بن کر قرآن کو سنو، اس کے معارف اور نکات کو سمجھو تا کہ تم پر خدا کا رحم نازل ہو۔ اور حدیث مقدس کے متعلق حدیثوں میں آتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ ارشاد فرماتے (حدیث بھی تو حضورؐ کا ہی قول ہے۔ حضور کے ارشادات کو حدیث کہتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم) تو حضور جب کچھ ارشاد فرماتے تھے۔ تو حضور کے سامنے صحابہ اس طرح بیٹھتے تھے، خود صحابہ فرماتے ہیں:- كَاَنَّ عَلٰى رُؤُسِنَا الطَّيْرُ ہم ایسے بیٹھتے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے۔ کیا مطلب؟ کہ ہم اگر سر ہلائیں گے۔ تو پرندہ اُڑ جائے گا۔ کسی آدمی نے پرندے کو شکار کرنا ہو، پرندے کو پکڑنا ہو۔ تو جب پرندہ آکر سر پر بیٹھے تو وہ سر نہیں ہلاتا کہ اگر میں نے سر ہلایا تو یہ اُڑ جائے گا۔ تو ہم اس طرح حضور کے سامنے باادب بیٹھتے تھے۔ خاموش ہو کر بیٹھتے تھے، کھانستے نہیں تھے۔ کہ ہمارے سروں پر گویا پرندے بیٹھے ہیں۔ کہ جو کچھ مشکوٰۃِ نبوت سے صادر ہو رہا ہے۔ اُس کو ہم سنیں۔ کیونکہ حضور کے ذکرِ اقدس میں بے ادبی کے ساتھ بیٹھنا یا کسی اور خیال سے بیٹھنا یہ سراپا حرماں نصیبی ہے۔ صحابہ کرام حضور کے مجلس تو بجائے خود رہی صحابہ حضور کے دروازے کو بھی ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم امام مالک کے درس میں درس حدیث پڑھا کرتے تھے، جب ہم اپنی کتابوں کے ورق پلٹتے تھے۔ تو اتنی نرمی کے ساتھ پلٹتے تھے۔ کہ کھڑکھڑاہٹ نہ پیدا ہو اس لئے کہ امام الانبیاء کو تکلیف نہ ہو (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو) حالانکہ حضور اقدس روضہ اقدس میں تشریف فرما تھے (یہ امام شافعی کا قول ہے۔ جن کے دنیا میں بہت سے مقلد ہیں)، امام شافعی، امام مالک، ابوحنیفہ، امام احمد ابن حنبل، یہ ہمارے فقہ اسلامی کے مقنین اولین ہیں، مجتہدین عظام ہیں۔ امام شافعی یہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم امام مالک کے درس میں جب بیٹھا کرتے تھے۔ تو ہم کتابوں کے ورق اس قدر آہستگی کے ساتھ پلٹتے تھے۔ کہ کھڑکھڑاہٹ نہ پیدا ہو ـــ تو یہ مجلس ہے امام الانبیاء کی میں آپ سے یہ درخواست کروں گا۔ کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ اور آپ لوگ بھی اپنے کام چھوڑ کر آئے ہیں۔ ایک تو بچوں کا خیال رکھیں اور خود بھی جتنی دیر تک بیٹھ سکیں آرام سے بیٹھیں، ہمہ تن گوش ہو کر امام الانبیاء کی باتوں کو سنیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے آپ کو پھر عمل کی توفیق عطا فرمائے کہ عمل سے ہی ساری باتیں بنتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

ایم عبدالرحمن لودھیانوی ۔ (شیخوپورہ)

قرآن پاک کی آیات پر عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(پہلی قسط)

آج کل عیسائیوں اور بے دینوں کا یہ شیوہ ہوگیا ہے ۔ کہ جہاں وہ چند آدمیوں کا مجمع دیکھتے ہیں ۔ فوراً مذہبی بحث شروع کر دیتے ہیں ۔ اور آیات کلام الٰہی پر جا و بے جا اعتراض کرتے جاتے ہیں ۔ اس سے اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے ۔ کہ ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پڑ جائیں ۔ اور اپنے مذہب کی تبلیغ کا پہلو نکل آئے ۔ نادان مسلمان بوجہ ناواقفیت اُن کا معقول جواب نہیں دے سکتے خاموش ہو جاتے ہیں ۔ یا ایسا جواب دیتے ہیں ۔ جو درحقیقت جواب نہیں ہوتا ۔ اور اُن کی ناواقفیت کو ظاہر کرتا ہے ۔

(۱) الٓمٓ ۔ پارہ ۱ ع ۱ سورہ بقرہ ۔ آیت ۱)

اعتراض ۔ قرآن ہدایت کی کتاب ہے اس لئے اُس کا بیان صاف ہونا چاہئے ۔ مگر ان حروف کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا ۔

جواب :۔ مطلب بالکل صاف ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ کہ تمام حروف مقطعات جو قرآن میں سُورتوں کے ابتداء میں آئے ہیں یہ اسمائے الٰہیہ کے پہلے جُزو ہیں ۔ مثلاً الف سے مراد اللہ اور لام سے لطیف اور حرف میم سے مجید مقصود ہے ۔ اسی طرح اور سورتوں کے حروف مقطعات کو خیال کر لینا چاہئے دوسرے مفسرین نے لکھا ہے ۔ کہ یہ حروف خود اسمائے الٰہی ہیں ۔ دراصل یہ حروف اللہ اور اس کے رسول کے درمیان رموز ہیں ۔ جو مخفی رکھے گئے ہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ ۔

الزامی جواب :۔ دیکھو سنسکرت زبان میں لفظ اوم ہے ۔ جو بہت متبرک خیال کیا جاتا ہے ۔ اور ہر مضمون کے شروع میں پہلے یہی تحریر ہوتا ہے ۔ یہ اسم بھی حروف مقطعات میں سے ہے ۔ اس کے معنی "اوبیائے" و کے شلوک ۶ ، ۷ میں یہ بیان ہوئے ہیں ۔ (ا) کار (ا) ، اُکار (م) ، مکار اس کا مطلب یہ ہوا) ان تین اکھروں کو برہما جی نے وید سے نکال دیا ہے ۔

دیکھو یہ معنی ہمارے ہاں حروف مقطعات کے معانی کے مطابق ہیں ۔ اسی طرح ا ۔ ل ۔ م کو خیال کر لینا چاہئے ۔

(۲) **دوسرا اعتراض** :۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ ز

(پ ۱ ع ۲ سورہ بقرہ آیت ۶)

خُدا نے خود دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی اور آنکھوں پر پردے ڈال دئے تو بندوں کا کیا قصور ؟

جواب ۔ تمام کائنات آئینہ کی مثال ہے ۔ اس میں جو چیز معرض وجود میں آتی ہے ۔ ساتھ ہی اس کا عکس بھی پرتو فگن ہو جاتا ہے ۔ مثلاً خدا نے بھلائی کو پیدا کیا اور ساتھ ہی اس کا عکس یعنی بُرائی بھی ظاہر ہوگئی ۔ اگر نیکی نہ ہوتی تو بُرائی بھی نہ ہوتی ۔ چونکہ نیکی کا خالق خدا ہے ۔ اور اُس کا عکس بدی ہے ۔ جو اس کے ساتھ ظاہر ہوگیا ہے ۔ اس لئے دونوں فعلوں کو خدا کی جانب منسوب کر دیا گیا ہے ۔ یہ قرآن کا عام طرز کلام ہے ۔ نیکی اصل ہے اور بدی سراسر دھوکہ ہے ۔ اسی فرق کو سمجھانے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اور آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ہیں ۔ جن میں نیک افعال کی ترغیب دے کر بدی سے بچایا گیا ہے ۔ انسان میں نیک و بد دونو افعال کرنے کی قوت موجود ہے ۔ جب وہ کوئی بُرا کام کرتا ہے ۔ اور اس کی بُرائی کو نہیں سمجھتا تو اُس کی اس بے سمجھی کو شریعت میں ایک قسم کی سیاہی سے تعبیر کیا ہے ۔ یہ تاریکی رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے ۔ یہاں تک کہ اُس کے دل کو بیکار کر دیتی ہے ۔ اور دل کی بیکاری سے آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ نہ نیک بات کو دیکھ سکتا ہے ۔ نہ سن سکتا ہے ۔ نہ سمجھ سکتا ہے ۔ اسی حالت کو کلام الٰہی میں خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ سے تعبیر کیا ہے یہ حالت انسان کی خود پیدا کردہ حالت ہے ۔ نہ خدا نے دل پر مہر کی نہ سماعت پر اور نہ آنکھوں پر پردہ ڈالا ۔ چونکہ وہ نیکی کا خالق ہے ۔ اور بُرائی نیکی کے عکس سے پیدا ہوتی ہے اس لئے مجازاً الفاظ میں اس کو اس طرح سے ادا کر دیا ہے ۔ انسان اگر چاہے تو بدی کو چھوڑ کر اعمال حسنہ کے ذریعہ اسی طرح ترقی کر سکتا ہے ۔ جس طرح اس نے بدی میں تنزل کیا ہے ۔ اور پھر اس کی ترقی یافتہ حالت کو بھی اسی طرح سے خدا ہی کی جانب منسوب کیا جائیگا

(۳) **تیسرا اعتراض** :۔

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ؕ

(پ ۱ ع ۴ ۔ سورہ بقرہ ایت ۳۷)

ترجمہ ۔ وہ بہت بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۔

اعتراض قبول توبہ اور بے انصافی ایک ہی چیز ہے ۔

جواب :۔ مُعترض نے ٹھیک نہیں سمجھا ۔ اسلامی عقائد کے مطابق حقوق اللہ میں توبہ قبول ہے ۔ حقوق العباد میں توبہ قبول نہیں ۔ مثلاً کوئی شخص تارک نماز ہو ، روزہ نہ رکھے اور پھر صدق دل سے اپنے گناہ سے توبہ کرے تو خدا بخشنے والا مہربان ہے ۔ ایک نافرمان جب اپنی نافرمانیوں سے پشیمان ہو کر سچے دل سے ارادہ کرے کہ پھر وہ ایسے کام نہیں کرے گا ۔ تو مقتضائے انصاف یہی ہے ۔ کہ اُس کا عذر قبول کیا جائے اس میں ناانصافی کیا ہے ؟ خداوند قُدّوس جو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے اگر گنہگار بندہ صدق دل سے اس سے معافی کا خواستگار ہو ۔ تو اُس کی رحمت اور عفو کا مقتضٰی یہی ہے ۔ کہ وہ اس کے سابقہ بُرے اعمال کو معاف کر دے ۔ ہاں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے ۔ مثلاً کوئی چوری کرے ۔ دغا کر کے کسی کا مال مارے ۔ اور خدا سے توبہ و استغفار کرے تو یہ توبہ قبول نہیں ہے ۔ جب تک جس کا مال چُرایا ہے یا غصب کیا ہے ۔ وہ معاف نہ کرے اللہ معاف نہیں کرتا ۔ اور ایسی توبہ قبول نہیں ہوتی اس بارے میں قرآن مجید میں صاف حکم ہے ۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

(پ۳۰ ع ۲۴ سورہ زلزال)

(ترجمہ) جس نے ایک ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اُس کو اس کا پھل ملے گا۔ اُس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

(۴) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ پ۱ ع ۴ سورہ بقرہ ایت ۳۴

ترجمہ۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ پس سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور وہ کافروں میں سے ہوگیا

اعتراض:۔ خدا نے آدم کو فرشتوں سے سجدہ کراکر شرک کرایا

جواب۔ سجدہ سے مراد فرمانبرداری و انقیاد ہے۔ قرآن میں کئی جگہ یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ عام عربی بول چال میں بھی سجدہ کا لفظ فرمانبرداری کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ نیز آدم کو ملائکہ پر فضیلت دینی منظور تھی۔

انکار اطاعت سے ہوا کرتا ہے۔ شیطان نے آدم کی اطاعت اور فضیلت کو ماننے سے انکار کیا۔ اور وہ خدا کے نافرمانوں میں سے ہوگیا۔ خدا نے آدم کو زمین پر اپنا جانشین اور خلیفہ کیا ہے اگر ملائکہ کو اس کی اطاعت اور فضیلت ماننے کا حکم دیا تو اس میں کیا شرک ہوگیا۔

(۵) مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

(پ۹ ع ۱۳ سورہ اعراف ایت ۱۸۶

ترجمہ۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

خلاصہ اعتراض گمراہ کنندہ تو خود خدا ہے۔ پھر انبیاء کو ہدایت کے لئے بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب۔ اضلال (گمراہی) جس سے لفظ یُضْلِلُ نکلا ہے۔ گمراہی کا نتیجہ ہے۔ اور گمراہی اُن خفیہ ضمیری طاقتوں کے نہ روکنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو انسان کے تابع ہیں۔ قرآن میں یہ مضمون اور بھی کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ مثلاً یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ (خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے) یہاں ظالمین سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو اپنی قوت ارادی کو قوانین الٰہی کے مطابق استعمال نہیں کرتے اور اس کی حدوں کو توڑ کر اس سے باہر ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ظالم اپنے ظلم سے اور فاسق اپنے فسق سے گمراہ ہوتے ہیں۔ یعنی اُن کی طبعی خواہش اُن کی گمراہی کا باعث ہوتی ہے۔ خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ اور ایسے گمراہوں کے رُو براہ ہونے کی بھی کوئی امید نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ خدا نے ان کی گمراہی کو اپنی جانب کیوں منسوب کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقت تمام اشیاء کا خالق خدا ہے۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا اُس کو قوت ضمیری عطا کی اور نیک و بد کی تمیز دے کر اُس کو اُس کی حرکات کا خود ذمہ دار قرار دے دیا۔ اب انسان سے جو افعال سرزد ہوں۔ گو فاعل حقیقی ہونے کی وجہ سے وہ خدا کی جانب منسوب کر دئے جائیں۔ مگر وہ انسانی افعال ہیں اور خود انسان اُن کا ذمہ دار ہے۔ خدا کی ذات اس سے بری ہے

دوسرا جواب:۔ اس آیت کے اعتراض کا یہ ہے۔ کہ جیسے ایک سلیم الفطرت شخص جھوٹے ظالم اور بدکردار لوگوں کے گروہ کو دیکھ کر قطعی طور پر کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ اسی طرح کتاب اللہ ظالموں اور فاسقوں کی نسبت بیان کرتی ہے۔ کہ یہ اپنے اعمال کی سزا پائیں گے۔ اور راہ راست پر نہ آئینگے انصاف سے کہئے کہ ایک بدکار کو۔ اُس کی بدی کا پھل ملے تو کون شخص اُس کو اُس کی بدی سے بچا سکتا ہے؟ ہم آریہ صاحبان کے مسلمہ عقیدے کے مطابق اس بیان کو اس مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو اس کی بداعمالی کا نتیجہ ملا۔ یعنی وہ قالب انسان سے گئے یا گدھے کی جُون میں چلا گیا۔ تو کیا کوئی اُس کو اس تبدیلی قالب سے روک سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بالکل ناممکن ہے پس وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی جو شخص گمراہ ہوا وہ اپنے کئے کی سزا بھگتیگا اور اس کو کوئی نہیں بچا سکتا۔

(۶) وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ پ۱ ع ۴ سورہ بقرہ آیت ۳۵

ترجمہ۔ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اعتراض۔ آدم کو بہشت میں رکھا۔ مگر ایک درخت کے کھانے سے منع کیا۔ اس درخت کا نام کیوں نہیں بتایا؟

جواب۔ قرآن میں کسی درخت کا نام تعین نہیں کیا۔ مفسرین نے انار۔ انگور۔ زیتون اور گندم کے نام لئے ہیں۔ مگر یہ قیاسی اور ظنی باتیں ہیں۔ بائیبل میں ہے۔ کہ وہ نیک و بد کی پہچان کا درخت تھا، یعنی اطاعت و نافرمانی کی جانچ تھی۔ درخت کیسا اور نام کیا؟ یہ تمثیلی اور مجازی باتیں ہیں اور بطور استعارہ بیان ہوئی ہیں۔ قرآن پاک نے اسی وجہ سے اس کا نام بیان نہیں کیا۔

(۷) اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ۔

(پ۱ ع ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۵)

ترجمہ۔ اللہ اُن سے استہزا (ہنسی) کرتا ہے۔

اعتراض۔ کیا خدا ہنسی باز ہے؟

جواب۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں۔

اِنَّ الْاِسْتِهْزَاءَ اَلْاِسْتِحْقَارُ وَالْاِسْتِهَانَةُ وَالتَّنْبِيْهُ عَلَى الْعُيُوْبِ وَالنَّقَائِصِ عَلٰى وَجْهٍ يُّضْحِكُ۔ یعنی اِستہزا۔ حقارت اور اہانت اور کسی کے عیبوں اور خرابیوں پر ہنس کر تنبیہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ استہزاء کے تین معنی ہیں۔ حقارت۔ اہانت عیبوں اور خرابیوں پر ہنسی کے ساتھ تنبیہ کرنا اس آیت میں منافقوں کی حالت کا بیان ہے۔ کہ اُن کا ظاہر کچھ تھا۔ اور باطن کچھ۔ ظاہر میں مسلمانوں سے چاپلوسی اور خوشامد سے ملتے تھے۔ مگر باطن میں سخت دشمن تھے اور کفار کے پاس جاتے تو اُن سے کہتے تھے۔ کہ ہم تو مسلمانوں سے ہنسی مخول کرتے ہیں۔ ان کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ ان کی تحقیر کرے گا۔ ان کی اعانت کرے گا۔ ان کے عیوب و نقائص خلقت پر ظاہر کرے گا۔ کہ یہ لوگ حقیر سمجھ کر ان پر ہنسیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ اس میں پیشینگوئی بھی ہے جو روز روشن کی طرح پوری ہوئی۔ آخر یہی منافق جو اسلام کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر اُس کی تحقیر کرتے تھے۔ اُس کے سامنے سرنگوں ہو کر ذلیل ہوئے خدا نے ان کو ضعیف اور حقیر کر دیا پیشینگوئی پوری ہوئی۔ اس میں ہنسی بازی کیسی؟

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

پ ع ۴ سورہ بقرہ ایت ۵۵-۵۶

ترجمہ پس تم کو کڑک نے پکڑ لیا۔ حالانکہ تم دیکھتے تھے۔ پھر تم کو تمہاری موت کے

بعد اٹھایا۔ تاکہ تم احسان مانو۔

اعتراض۔ بجلی سے ہلاک ہونا اور پھر زندہ ہونا چہ معنی دارد۔

جواب۔ یہ اعتراض عربی زبان کو پوری طرح نہ سمجھنے سے کیا گیا ہے۔ صاعقہ صعق سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں سخت آواز یا بجلی جیسی چمک دیکھ کر بے ہوش ہونے کو صعق کہتے ہیں۔ اسی معنی میں یہ لفظ دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے۔

وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا پ ۹ ع ۷ سورہ اعراف آیت ۱۴۳

موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہاں صعقا کے معنی بے ہوش ہونے کے ہیں۔ بجلی سے جل کر مرنے کے نہیں ہیں۔ اس آیت میں دوسرا لفظ قابل غور موت ہے۔ موت کے معنی سو جانے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے فرمایا ہے۔ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا۔

سو جانے کے بعد ہم کو جگایا۔

موت کا لفظ حیات کے مقابل بھی آتا ہے۔ حیات کے معنی قوت نامیہ کا نشوو نما کرنا۔ تو موت کے معنی ہوئے قوت نامیہ کا رک جانا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا

ترجمہ۔ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔

یعنی زمین کا نشوو نما رک جانے کے بعد پھر اس میں قوت بالیدگی عطا کرتا ہے ان دونوں لفظوں کے معانی معلوم ہونے کے بعد آیت کے معنی سمجھو۔ وہ لوگ سخت آواز سے بے ہوش ہو گئے تھے پھر ہم نے ان کو ان کی موت کے بعد یعنی ہوش و حواس جاتے رہنے کے بعد اٹھا کھڑا کیا (پھر وہ ہوشیار ہو گئے) خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم صاعقہ میں مبتلا ہو گئی تھی اللہ تعالےٰ نے اس پر رحم کیا اور بچ گئی۔

(۹) وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ

(پ ۱ ع ۶ سورہ بقرہ ایت ۵۷)

ترجمہ۔ اور ہم نے تم پر سایہ کیا بادلوں کا

اعتراض۔ ابر کے سایہ پر ہے۔

جواب۔ بنی اسرائیل ان جنگلوں میں دھوپ کی شدت سے سخت تکلیف میں تھے خدا نے ابر کر دیا ان کو دھوپ کی گرمی سے امن ملا۔ خدا ان کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے۔ اس میں کون سی بات قابل اعتراض ہے

(۱۰) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً (پ ۱ ع ۸ سورہ بقرہ ایت ۶۷)

ترجمہ۔ بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔

اعتراض۔ گائے ذبح کرنے پر ہے۔

جواب۔ بنی اسرائیل میں ابتدا میں بعض لوگ گائے کی پرستش کی طرف مائل تھے اور ایک گائے کو انہوں نے اس کام کے لئے بنا سنوار رکھا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو غیر اللہ کی پرستش کا استیصال (جڑ اکھاڑنا) منظور تھا۔ اسی زمانہ میں ایک خون کا واقعہ ہو گیا۔ اور قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا ایک گائے ذبح کرو اور اس کا عضو مقتول سے لگاؤ (روئے سخن اسی گائے کی جانب تھا۔ جس کو انہوں نے آراستہ کر رکھا تھا۔ اور اس کا احترام کرتے تھے۔ اس گائے کا ذبح کرنا ان پر شاق گزرا طرح طرح کے حیلے حوالے کرنے لگے مگر حضرت موسیٰؑ کے سامنے ان کی ایک پیش نہ چلی سو اس گائے کو انہیں کے ہاتھوں سے ذبح کرایا۔ انبیاء علیہم السلام کے کام قانون فطرت کے خلاف نہیں ہوتے۔ ان میں مصلحتیں مضمر ہوتی ہیں۔ جن تک ہماری عقلوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص عامیل نامی مارا گیا تھا۔ اور اس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس کا ٹکڑا مردے پر مارو۔ تو وہ جی اٹھے اور خود اپنے قاتل کو بتلا دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس طرح اس مردے کو زندہ کیا۔ اور زخم سے خون بہنے لگا اور اس نے اپنے قاتل کا نام بتلا دیا جو کہ مقتول کا بھتیجا ہی تھا۔ جس نے مال کی طمع سے چچا کو جنگل میں لے جا کر مار ڈالا تھا۔ پھر وہ نام بتا کر گر پڑا اور مر گیا۔

(باقی آئندہ)

ہر حال میں اللہ ہی کو پکاریئے

بندے کی پکار خدا کے سوا کوئی نہیں سنتا

عبدالہادی۔ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝

پ ۲۰ سورہ النمل آیت ۶۱

ترجمہ:۔ آیا کون ہے۔ کہ قبول کرتا ہے۔ دعا مضطر کی، جس وقت کہ پکارتا ہے۔ اس کو، اور کھول دیتا ہے برائی، اور کرتا ہے تم کو...... جانشین زمین کا، آیا ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، تھوڑے سے نصیحت پکڑتے ہو۔"

انسانی فطرت انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ جب اسے کوئی ضرورت پیش آئے، تو وہ کسی ایسی ہستی کی طرف رجوع کرے، جس کے بارے میں اس کا خیال ہو، کہ وہ ذات اس کی ضروریات پوری کرنے پر قادر ہے۔ اور یہ فطرت تمام بنی نوع انسان، خواہ وہ کسی قوم۔ مذہب یا نسل سے تعلق رکھتا ہو، سب میں یکساں پائی جاتی ہے۔ اور سچ پوچھئے تو دعا مانگنا بھی اپنی عجز و انکساری اور خدا کے قادر و غنی ہونے کا اعتراف ہے۔ دعا کا احسن فائدہ یہ ہے۔ کہ اس سے دل کو جو روحانیت کا مرکز ہے۔ تسلی ہو جاتی ہے، خواہ وہ مقبول.... نہ ہو، تو بھی دل کو صبر آجاتا ہے دعا کے فطری ہونے کا۔ بیّن ثبوت قرآن مجید میں بھی ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِہٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْہُ ضُرَّہٗ مَرَّ کَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَآ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۱۱ سورہ یونس آیت ۱۱)

ترجمہ۔ اور جب انسان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچتی ہے، تو پڑا یا بیٹھا یا کھڑا ہر حال میں ہم کو پکارے چلا جاتا ہے، پھر اس کی تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں، تو ایسا بے پرواہ بن کر چل دیتا ہے، کہ گویا اس تکلیف کے لئے، جو اس کو پہنچ رہی تھی، ہم کو کبھی پکارا ہی نہیں تھا۔"

انسان کی فطرت کی جس انداز سے قرآن حکیم نے عکاسی کی ہے، گویا فصاحت و بلاغت کی انتہا ہے۔ فطرت انسانی حقیقت

میں ایسی ہی ہے۔ خوشی و راحت میں انسان خالق حقیقی کی یاد سے بے اعتنائی برتتا ہے۔ لیکن جب اُسے کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ تو پھر ہر وقت اور ہر حال میں اپنے رب کو پکارتا ہے، اُس سے نصرت و تائید کا طلبگار ہوتا ہے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدے کرتا ہے، روتا ہے، اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے۔ رحمان و رحیم ذات کو گناہوں پر رونا بڑا ہی پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس مجبور و لاچار انسان کو اُس مصیبت سے نجات دے دیتے ہیں۔ اب تقاضہ یہ ہے۔ کہ اب امن و راحت میں خالق حقیقی کو کثرت سے یاد کرتا، لیکن انسانی فطرت بھی عجیب ہے۔ وہی انسان اب رب کو اس طرح بھلا بیٹھتا ہے، کہ گویا اُس نے کسی تکلیف میں بھی اُسے پکارا ہی نہ ہو۔ حالانکہ وہ رحمان و رحیم...... اگر چاہے تو دوبارہ اس سے بھی سخت مصیبت میں مبتلا کر سکتے ہیں، لیکن اپنے فضل و کرم سے درگزر فرماتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ انسان کے کس قدر قریب ہیں قرآن پاک میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے

اللہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝

ترجمہ۔ اور ہم زیادہ قریب ہیں۔ اس سے اُس کی رگِ گلو سے بھی"

قرآن حکیم کی یہ آیت کس قدر واضح اور عام فہم ہے۔ رب تعالیٰ خود فرما رہے ہیں ہیں، کہ میں انسان کے انتہائی قریب ہوں شہ رگ جس پر انسانی حیات کا انحصار کرتا، رب تعالیٰ اُس سے زیادہ قریب ہیں اور جو اس قدر قریب ہے کیا وہ ہماری پکار کو نہ سنے گا؟ لیکن رب تعالیٰ تو ہمارے بہت ہی قریب ہیں، اور ہمارے نالہ و فریاد کو سنتے ہیں۔ اور رب کے سوا ہے بھی کون جو سنے گا۔

رب بغیر وسیلہ کے سنتا ہے

مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جن کا یہ باطل عقیدہ ہے، کہ ہم چونکہ روسیاہ و گناہ گار ہیں، اس لئے رب تعالیٰ ہماری نہیں سنتا۔ چنانچہ اس ناقص عقیدہ کی آڑ میں وہ اولیاء اللہ کو خدا تک وسیلہ جانتے ہیں، اور سمجھتے ہیں۔ کہ ولی اللہ کا تعلق چونکہ اللہ سے ہوتا ہے، اس لئے ہماری التجاؤں اور فریادوں کو وہ رب تک پہنچاتے ہیں ہم اُن تک اپنی حاجات کو بیان کرتے ہیں، اور وہ پھر رب تک اُنہیں پہنچا دیتے ہیں۔ اس طرح کے ناقص عقائد رکھنے والے اس بارے میں دلیل یہ دیتے ہیں، کہ صدر سے ملنا ہو، تو پہلے اُس کے سیکرٹری کو ملنا پڑتا ہے، اور اس واسطے سے صدر تک رسائی ہوتی ہے۔ اسی دلیل کی بناء پر یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ رب تک ہم اپنی حاجات خدا کے ولیوں کی وساطت سے پہنچاتے ہیں خدا جانے اُن کے ذہنوں پر کیسے پردے پڑ گئے ہیں۔ کہ وہ خدا کو بھی صدر جیسا سمجھتے ہیں ایسی مثال دیتے ہوئے بھی شرم آنی چاہیئے مالک حقیقی کے نظام کو ایک فانی انسان سے تشبیہ دینا کس قدر حماقت ہے وہ ذات کسی وسیلے کی محتاج نہیں اور جو واسطوں کا محتاج ہو، وہ رب نہیں ہو سکتا۔ رب تعالیٰ تو غیب سے باخبر ہے۔ ہماری ہر ہر بات کو جانتا ہے۔ بھلا اُسے واسطوں کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ رب کو دنیاوی بادشاہ کی مانند خیال نہ کرو۔ بھلا اُسے کسی واسطے کی کیا ضرورت پڑی۔ رب تعالیٰ تو ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں، اور یہ اپنی طرف سے نہیں، بلکہ قرآن حکیم میں اس بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

(پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۸۵)

ترجمہ۔ اور جب سوال کریں تجھ کو بندے میرے مجھ سے، پس تحقیق میں نزدیک ہوں جواب دیتا ہوں، پکارنے والے کو، جب پکارتا ہے مجھ کو، پس چاہیئے کہ قبول کریں حکم میرے کو، اور چاہیئے کہ ایمان لاویں ساتھ میرے تو کہ بھلائی پاویں۔

قرآن حکیم کی اس قدر واضح آیات کے بعد واسطے کا عقیدہ رکھنے والے مشرکین کی صف میں آتے ہیں، جب رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں، کہ میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، تو پھر ایسے باطل عقائد رکھنا سراسر حماقت اور قرآن پاک کے بالکل خلاف ہیں۔ اور ایسے لوگ مشرک ہیں، اور مشرک کی نجات ہی نہیں۔

دورِ جاہلیت کا ایک واقعہ

یہ واقعہ دورِ جاہلیت سے منسوب کیا گیا ہے ایک بت پرست بت کے سامنے بیٹھا یَاصَنَمُ یَاصَنَمُ کی رٹ لگائے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُسے اونگھ سی آگئی، اور زبان سے یَاصَنَمُ کی بجائے یَاصَمَدُ یَاصَمَدُ نکل گیا۔ فوراً غیب سے آواز آئی "اے بندے! میں حاضر ہوں، میں نے پکار سن لی، بتا تو کیا چاہتا ہے"۔ بت پرست نے وہ آواز بگوش ہوش سنی۔ ہوش ٹھکانے لگے۔ بت کو لات ماری اور کہنے لگا عرصہ گزرا یَاصَنَمُ، یَاصَنَمُ کہتے، اے بت تو نے ایک بار بھی جواب نہ دیا۔ اور بھولے سے یَاصَمَدُ کہہ بیٹھا، اُس حقیقی رب نے فوراً میری پکار سن لی" دوسرے ہی لمحہ وہ بت پرست خدا کی رحمت کی آغوش میں آچکا تھا۔ غور کیجئے۔ خدا کتنا رحیم ہے کہ تمام عمر شرک کرنے والے نے جب بھولے سے بھی اُسے پکارا، تو اُس نے پکار سن لی، اور اپنی رحمت سے نواز دیا۔ غور کیجئے جب وہ ایک بت پرست کی سُن سکتا ہے، تو بھلا کلمہ پڑھنے والے مسلمان کی آہ و فریاد کیوں نہ سنے گا۔ حقیقت یہ ہے۔ ہمیں پکارنے کا ڈھنگ ہی نہیں آتا۔ ورنہ رب تعالیٰ کی بخشش و عنایات بے بہا ہیں۔ وہ ذات تو بڑی شفیق اور مہربان ہے۔ اور اگر اُس کی رحمت نہ ہو، تو انسان منزل کو نہیں پا سکتا۔ ہر حال میں اُس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا چاہیئے، آخر اُس کے سوا حاجت روا بھی کون ہے؟

رحمتِ خداوندی اور ماں کی محبت

قابلِ تحسین ہیں۔ وہ لوگ جو بارگاہ صمدیت میں عجز و انکساری اختیار کرتے ہیں۔ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتے ہیں، خدا کی بارگاہ میں عاجزی سے گڑگڑاتے ہیں۔ شرمندگی کے آنسو جب آنکھوں سے امنڈ آتے ہیں، تو رحمت خداوندی اُنہیں زمین پر گرنے سے پیشتر ہی اٹھا لیتی ہے۔ وہ آنسو گناہوں کی سیاہی کو صاف کر دیتے ہیں۔ تم خدا سے دعا کیوں نہیں مانگتے۔ تنہائی میں اُس سے دل کی بات کیوں نہیں کہتے اس کی بارگاہ میں سجدۂ نیاز بجا لاؤ۔ اور آنسوؤں سے زمین کو تر کرو۔ تمہاری آہیں اور سسکیاں اُس کی رحمت کو جوش میں لے آئیں گی۔ وہ ہر وقت دیکھتا ہے، تمہاری ہر بات کو سنتا ہے پھر بھلا تمہارے دکھ درد کیوں نہ سنے گا۔ تم محسوس کرو کہ وہ ذات ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے کمرے میں موجود ہے تمہارے دل کے لطیف گوشوں میں ہے

وہ تمہاری بڑی مونس و غمخوار ہے۔ اب ذرا ماں کی محبت کو بھی دیکھیے۔ ایک معصوم بچہ جو چلنے پھرنے کی کوشش کرتا ہے تو گر پڑتا ہے۔ اُس کا یہ گرنا ماں کے دل میں ہل چل مچا دیتا ہے۔ وہ وفورِ محبت سے بے تاب ہو جاتی ہے۔ بچے کی جانب لپکتی ہے۔ فوراً اٹھا لیتی ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ گناہوں میں لتھڑا ہوا انسان جب بارگاہ الٰہی میں آتا ہے۔ بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو کر گڑگڑاتا ہے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے۔ رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے۔ بے کس و لاچار انسان کو سہارا دیتی ہے۔ تم اپنے پروردگار کی طرف آؤ تو سہی۔ ذرا سوچو تو سہی، ماں کی محبت تو خدا ہی کی عطا و بخشش ہے۔ تو اس رحیم ذات کو اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہوگی۔ بے شک رب کو رونا اور گڑگڑانا بہت ہی پسند ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

؎ موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

حضرت یونسؑ کا واقعہ

خدا کے جلیل القدر پیغمبر حضرت یونسؑ وحی الٰہی کا انتظار کئے بغیر بستی کو چھوڑ کر چل دیئے تھے۔ اللہ کے حکم سے سمندر میں کشتی اُلٹنے کے باعث مچھلی نے نگل لیا۔ ذرا غور کرو۔ اندھیری رات، سمندر کی تہ پھر مچھلی کا پیٹ (گویا اندھیروں میں) حضرت یونسؑ یہ بھی فرما سکتے تھے۔ اے اللہ! میں مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ اس سے نجات دیجئے، آخر آپ ہی مشکل کشا ہیں۔ میرے حال پر رحم فرمائیے، اس حالت سے نجات دیجئے"۔ خدا کے پیغمبر نے اندھیروں میں اپنے رب کو عجیب انداز سے پکارا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

ترجمہ۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں، پاک ہے ذات تیری۔ بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔

آپؑ نے خودی کی نفی کر دی اپنے آپ کو ہی ظالم کہہ دیا۔ اپنے عاجز ہونے کا اقرار کر لیا۔ اے اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ بے شک تو پاک ہے۔ تو ہی پکار کو سننے والا ہے۔ رحمت خداوندی جوش میں آ گئی۔ حضرت یونسؑ کو اس مصیبت سے نجات دے دی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اُس وقت یونسؑ اپنے رب کو نہ پکارتے تو قیامت تک کے لئے مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔

آج ہم کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں کرتا۔ ایسا کہنے سے پہلے اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانکو۔ ہم حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے۔ دھوکہ بازی اور مکاری کو جائز خیال کرتے ہیں رشوت خوری ہمارا شعار ہے۔ دوسروں کو اپنی نگاہ میں حقیر سمجھتے ہیں۔ بھلا سوچو تو سہی ہمارے کرتوت کیا ہیں۔ پھر شکوہ کیسا؟

حرام کھانا دعا کی مقبولیت میں مانع ہے

حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ ایک شخص بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہے۔ رو رہا ہے گڑگڑا رہا ہے۔ طور پہاڑ پر اللہ سے ہمکلامی کے وقت اس بارے میں ذکر کیا مولا! تیرا بندہ تجھے رو رو کر پکار رہا تھا۔ اے اللہ! اس کی دُعا قبول فرمائیے" بارگاہ الٰہی سے جواب ملا: "موسیٰؑ تو ظاہر کو دیکھ رہا تھا، میں باطن کو دیکھتا ہوں۔ اُس کا جسم حرام کے لقموں سے پلا ہے، بھلا میں اُس کی دعا کیسے قبول کر لوں"۔

آئیے اپنی حالت پر غور کریں برے کاموں سے اجتناب کریں۔ حلال کھائیں، حرام کے قریب بھی نہ جائیں۔ عاجزی اور انکساری سے رب کو پکاریں۔ اللہ کو ایسی پکار بہت پسند ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں، کہ ایک شخص عبادت میں مصروف ہے، تو دوسرا گناہوں پر نادم ہو کر رو رہا ہے اللہ تعالیٰ کو اس رونے والے کی پکار عبادت کرنے والے کی عبادت کی نسبت زیادہ پسند ہے۔

حضرت حسینؓ کی عجز و انکساری :-

مومن کی زندگی ابتلاء و آزمائش سے لبریز ہے۔ حضرت امام حسینؓ نے کربلا کے میدان میں مشکلات کے نرغے میں اپنے رب کو عجیب انداز سے پکارا۔ عجز و انکساری کا عجیب نمونہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! میں تو عاجز ہو رہا ہوں۔ آپ ہی مدد فرمائیے۔ میں کمزور ہوں۔ آپ ہی استقامت دیجئے، مولا! ظالموں نے گھیر لیا ہے، نیکی کو دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل لیا، نیکی سے خالی ہو گئی۔ آپ ہی فضل فرمائیے۔ اے اللہ! کوئی نہیں کہ باطل کا ہاتھ پکڑ لے۔ آپ ہی طاقت دیجئے

اے اللہ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا خود ایک جرم ہے۔ بے شک آپ ہی دعا قبول کرنے والے ہیں"۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ حق پر ثابت قدم رہے، اور اپنے عمل سے دکھا دیا۔ کہ حق و سچائی کو طاقت سے ہرگز دبایا نہیں جا سکتا، اور ہر ایسی مذموم کوشش کو ہڑپ کرنے کے لئے ناکامیاں ہی ناکامیاں منہ کھولے بیٹھی ہیں۔

حرف آخر :- متذکرہ بالا حقائق و واقعات کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ ہر حال میں اللہ ہی کو پکارنا چاہئے۔ حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہو۔

بقیہ : خطبۂ جمعہ

ہے، ہوا میں اُڑنا اور راکٹوں کی ایجاد تو ہے اور سائنس کی ترقی ہے۔ اسی طرح دوسری ترقیات مادہ کی ترقیاں ہیں لیکن انسانیت کو ان سے کیا فائدہ پہنچا ہے؟ بلکہ الٹا ان چیزوں نے انسانیت کے لئے خطرے پیدا کر دئیے ہیں۔ ایک ایٹم بم سے لاکھوں جانیں تلف ہو سکتی ہیں، دنیا میں انارکی پھیلی ہوئی ہے، حرص و آز اور خود غرضی کا غلبہ ہے، شیطنت اور بے حیائی اپنے انتہائی کمال پر ہے۔ یہ سب چیزیں انسانیت کے لئے سم قاتل ہیں اور انسان کو ان سے کسی خیر کی توقع نہیں ہو سکتی —— دنیا کو خیر اور بھلائی اگر میسّر آ سکتی ہے تو وہ قرآن مجید اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے سے آ سکتی ہے۔ دنیا سُکھ کا سانس صرف اسی وقت لے گی جب کائنات میں اللہ کا دین اور قانونِ محمدیؐ رائج ہوگا۔ اس کے علاوہ دنیا کو آرام و چین کبھی میسّر نہیں آئے گا —— اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید اور دامنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکیں۔ (آمین)

جامعہ قاسمیہ کا سالانہ اجلاس

مدرسہ عربیہ جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی لائلپور کا سالانہ اجلاس مورخہ ۹، ۱۰، ۱۱ر جون منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں ملک کے بڑے بڑے علماء کرام شرکت فرما رہے ہیں۔

(عبدالحی عابد)

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

۹ رجون بعد نماز جمعہ جامعہ قاسمیہ لائل پور کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے تشریف لے جائیں گے
۱۱ رجون بروز اتوار رحیم یار خاں بستی کھوکھراں مدرسہ حفظ القرآن کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائینگے۔
۱۲ رجون بروز پیر دار العلوم مدنیہ عیدگاہ صادق آباد میں دن کو قیام ہوگا۔ رات کو ۸ بجے
واپسی لاہور ہوگی انشاء اللہ۔

(حاجی بشیر احمد)

●

قطعہ وظائف مسنونہ

کے لیے ۷ پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں
ناظم انجمن خدام الدین لاہور

●

المنبر پھر سے شائع ہونے لگا ہے

بعض سیاسی الجھنوں کے باعث المنبر کی اشاعت معطل ہو گئی تھی۔ الحمد للہ یہ رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں اور المنبر کے دورِ جدید کا خاص شمارہ ۲ رجون ۶۷ء کو شائع ہو چکا ہے۔ (مینیجر المنبر)

●

تلاش گمشدہ

حافظ نذیر احمد ولد حافظ عبد الخالق جامع مسجد نور ساہیوال سے تقریباً ۹ راپریل ۶۷ء سے لاپتہ ہے۔ جس رنگ گندمی، لمبوترہ چہرہ قد تقریباً ۴½ فٹ بائیں آنکھ میں چیچک کا پھولا، شلوار کرتہ اور دھاری دار رومال پہنے ہوئے ہے۔ جس صاحب کو ملے درج ذیل پتہ پر اطلاع دے کر مشکور فرمائیں۔ اگر خود پڑھے تو فوراً گھر آجائے یا خط لکھ کر اطلاع دے۔

مولوی محمد شریف خطیب جامع مسجد ای بلاک فرید ٹاؤن ساہیوال

دعائے مغفرت

مؤرخہ ۲۸ رمئی ۶۷ء کے درسِ قرآن مجید منعقدہ واہ کینٹ میں حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے دورانِ دعا مندرجہ ذیل دعا بھی فرمائی:-

"یا اللہ! جو مسلمان قریب اور بعید فوت ہو چکے ہیں ان کو جنت نصیب فرما۔ ہمارے حاجی بشیر احمد صاحب جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ کے خصوصی خادم ہیں۔ ان کی ہمشیرہ، ان کے چچا، ان کے ماموں اکٹھے چند چند دنوں کے وقفوں میں فوت ہو چکے ہیں ان کی مغفرت کے لیے دعا کیجئے۔ اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ (آمین)

بقیہ: درسِ قرآن

لگائیں۔ بیگار میں کون آفیسر کچھ خرچ کرتا ہے؟ تو ان کی ایک میخ لگی ہوگی، کشتی پھر مرمت ہو گئی۔ میرے اس تختہ اکھیڑنے سے ان کی کشتی بچ گئی بیگار سے، رات کو اپنے بال بچوں کے پاس وہ کھانے لے کر پہنچ جائیں گے۔

تو خداوند قدوس کی طرف سے جو باتیں آتی رہتی ہیں ان میں حکمتیں ہوتی ہیں، ان میں بہت بڑے اثرات ہوتے ہیں۔ انسان ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: اداریہ

مغربی سامراج کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اگر وہ عالم اسلام کی حمیت و غیرت کو آزمانے سے باز آجائے۔ تو بہتر ورنہ اتحاد عالم اسلامی اُس کے حواس ٹھکانے لگا دے گا۔ زندہ باد عرب اتحاد

موجودہ پتہ

حافظ محمد شریف نعت خواں مدرسہ عربیہ صادقیہ منچن آباد ضلع بہاولنگر

خطبہ جمعہ

۲۹ صفر المظفر ۹ رجون بروز جمعہ عطاء اللہ بغدادی (گوجرانوالہ) جامع مسجد بس اسٹینڈ وہاڑی ضلع ملتان میں خطبہ جمعہ فرمائیں گے۔ (محمد اکرم محمد منیر مٹھائی والے وہاڑی)

محمد علقمہ قریشی احمد پور شرقیہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے تھے۔ آپ کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔ آپ میں جوانمردی دلیری اور زہد غضب کا تھا۔ آپ کی نسبت ایک سچی کہانی ہے۔ جو میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ پیارے بھائیو! تم سب حضرت عمرؓ کو جانتے ہو۔ ایک دن آپ اپنی خلافت کے زمانہ میں عدالت فرما رہے تھے۔ کہ دو نوجوان ایک مجرم کو آپ کے روبرو لائے انہوں نے عرض کی کہ اے امیرالمومنین ہمارا بوڑھا باپ آج اپنے باغ میں پھل جمع کر رہا تھا کہ ہم نے اس کی چیخ سنی اور دوڑے گئے۔ تو باپ کو مردہ پایا لہو اس کے سر سے جاری تھا۔ ارد گرد دور نزدیک سوائے اس شخص کے اور کسی کو نہ پایا۔ ہمارے باپ کا قاتل بجز اس شخص کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہمارا انصاف آپ کے ہاتھ ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجرم کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اس بارہ میں کیا کہنا چاہتا ہے۔ ملزم نے کہا یا امیرالمومنین میں صحرا کا رہنے والا شریف باپ کا بیٹا ہوں۔ میرے پاس بہت سے اونٹ ہیں۔ جنہیں میں آج جنگل میں چرا رہا تھا کہ ان کے باغ کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ میری ایک اعلیٰ نسل اونٹنی باغ کی طرف لپکی اور ایک درخت کے پتے کھانے لگی۔ میں یہ دیکھ کر دوڑا تاکہ اونٹنی کو ہٹا دوں لیکن اتنے میں ایک بوڑھا آدمی باغ سے نکلا اس نے پتھر اٹھا کر جو پھینکا۔ تو اونٹنی کی آنکھ میں لگا اور وہ اسی وقت گرتے ہی مر گئی۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔ میں ضبط نہ کر سکا میں نے وہی خون سے بھرا ہوا پتھر اٹھا کر بوڑھے کے مارا جو اس کے سر پر پڑا اور بوڑھا اسی دم اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اے خلیفہ وقت! یہ ہے سچا واقعہ اب جو فیصلہ آپؓ کریں مجھے کوئی عذر نہیں حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا۔ کہ اے اعرابی میں تیری سچائی سے بہت خوش ہوا ہوں۔ لیکن چونکہ تو نے خود جرم کا اقبال کیا ہے۔ اس لئے تین ہی علاج ہو سکتے ہیں۔ خون کے بدلے خون۔ زر فدیہ یا معافی۔ اور جوانوں سے کہا کہ تم ان تینوں باتوں میں سے کسے پسند کرتے ہو انہوں نے عرض کی اے امیرالمومنین ہم تو خون کا بدلہ خون ہی لیں گے۔ اس پر ملزم نے عرض کی کہ مجھے کچھ عذر نہیں۔ مگر میرا باپ مر چکا ہے اور وہ میرے چھوٹے بھائی اور اس کے روپے کو میرے سپرد کر گیا ہے۔ وہ امانت میں نے زمین میں ایسی جگہ گاڑ رکھی ہے جس کا خدا کے اور میرے سوا کسی کو علم نہیں۔ اگر آپ تین دن کی مہلت دیں تو میں بھائی کی پرورش کا انتظام اور اس کا روپیہ کسی کے سپرد کر آؤں۔ اگر آپ کو میرے آنے میں شک ہو۔ تو ضمانت دینے کو تیار ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا بہتر۔ تمہارا ضامن کون ہے؟ اس شخص نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرف اشارہ کیا۔ آپؓ اگرچہ اس شخص سے بالکل واقف نہ تھے۔ لیکن اس پر بھی آپ نے ضامن بننا منظور کر لیا۔

یہ کہہ کر ملزم چلا گیا۔ تیسرے دن کا بہت سا حصہ گزر گیا۔ لیکن ملزم واپس نہ آیا سب لوگ جمع ہوئے دونوں جوان بولے اے امیرالمومنین اب تو کوئی دم میں شام ہوا چاہتی ہے۔ ملزم دھوکا دے گیا ہے اور ضامن کو پھنسا گیا ہے مگر ہم تو اپنے باپ کا قصاص ضرور لیں گے۔ ضامن ضرور قتل ہونا چاہیئے حضرت ابوذر غفاریؓ کی موت کا سب کو رنج تھا۔ باری باری سب نے منت خوشامد کی کہ یہ کسی طرح فدیہ پر راضی ہو جائیں اور حضرت ابوذرؓ کی جان بچ جائے۔ مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا آخر حضرت جان دینے کو تیار ہو گئے دن غروب ہو رہا تھا اور کوئی دم میں حضرت کی جان بھی جانے والی تھی۔ کہ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص دوڑا چلا آ رہا ہے۔ قریب آیا تو اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ گرد و غبار سے جسم اور کپڑے اٹے ہوئے تھے آتے ہی اس نے عرض کی یا امیرالمومنین میں بھائی اور اس کی امانت کو ماموں کے سپرد کر آیا ہوں تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ مرد بد عہد ہو گئے ہیں۔ سب طرف سے تحسین و آفرین ہوئی کہ وعدہ ہو تو ایسا ہی ہو۔ حضرت ابوذرؓ بولے اے امیرالمومنین میں اس نوجوان سے بالکل ہی ناآشنا تھا۔ مگر جب بھری مجلس سے مجھے ضامن چن لیا۔ تو مجھے انکار کرتے شرم آئی تاکہ ایسا نہ ہو لوگ کہیں کہ مرد مروت سے خالی ہو گئے یہ سن کر دونوں جوانوں پر بہت اثر ہوا انہوں نے عرض کی یا خلیفہ وقت حضرت ابوذرؓ کے موت کا سب کو قلق تھا۔ سب کے چہرے اداس تھے۔ لیکن جونہی یہ حاضر ہوا۔ سب کا غم خوشی سے بدل گیا۔ یہ سچا آدمی ہے۔ ہم خدا کے لئے اپنے باپ کا خون معاف کرتے ہیں۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ مردوں میں احسان باقی نہیں رہا۔ یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے بیت المال سے زر فدیہ دینا چاہا۔ مگر دونوں نوجوانوں نے انکار کر دیا

بھائیو! تم نے دیکھ لیا کہ سچ بولنے اور وعدہ وفا کرنے سے اس کی جان بچ گئی اور لوگوں کی نظروں میں عزت بھی بڑھ گئی۔ ہمیشہ جو وعدہ کرو جہاں تک ہو سکے اس کو پورا کرو۔

صحابہؓ

مضطر گجراتی

خدائے حرم کے تھے سچے غلام
ہمارے نبیؐ کے صحابہؓ تمام
خدا کی اطاعت میں سرگرم تھے
زبان ان کی سچی تھی دل نرم تھے
وہ رکھتے تھے نیک اور بد کی تمیز
انہیں موت تھی زندگی سے عزیز
وہ راہ خدا میں برابر چلے
ہتھیلی پہ جانوں کو رکھ کر چلے
کسی پر نہ کرتے تھے ہرگز وہ جبر
کوئی رنج دیتا تو کرتے تھے صبر
خدا نے عطا کی فضیلت انہیں
ملی جنتوں کی بشارت انہیں

رجسٹرڈ ایل ای نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۲ رستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷۹/۳۹-۲-۰۹ DD مورخہ ۲۴ راگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۴۶-۱۵۳۱۰ Mr مورخہ ۱۳ رمارچ ۱۹۶۷ء

عشرۂ مبشرہ

مظہر گجراتی

سوزِ یقین و سازِ صداقت لئے ہوئے
آئے جہاں میں عشق کی فطرت لئے ہوئے

آزادیٔ ضمیر و مساوات کے نقیب
ہر سانس میں پیامِ اخوّت لئے ہوئے

آنکھوں سے شانِ فقر و غنا جھانکتی ہوئی
پیشانیوں میں جلوۂ عظمت لئے ہوئے

اک ہاتھ میں بحکمِ خدا تیغ آبدار
اک ہاتھ میں کتابِ ہدایت لئے ہوئے

ذہنوں میں آفتابِ نبوّت کی روشنی
لہجوں میں قدسیوں کی حلاوت لئے ہوئے

چرخِ بریں کی رفعتیں فکر و خیال میں
قدموں میں کائنات کی وسعت لئے ہوئے

اک ایک قول نورِ یقیں میں ڈھلا ہوا
اک اک عمل دوام کی صورت لئے ہوئے

بیٹھے تو ذکر و فکر کا بن کر مجسّمہ
اُٹھے تو لب پر نعرۂ وحدت لئے ہوئے

انسانیت کے درد کے بے مثل چارہ گر
جس سے ملے شگفتہ طبیعت لئے ہوئے

منزل گہِ بہشت کی جانب بصد خلوص
بڑھتے گئے جنونِ شہادت لئے ہوئے

ہر سیل سے گذر گئے موجوں کو چیر کر
نبضوں میں بجلیوں کی حرارت لئے ہوئے

گونجے فراز و پست میں بن کر اذانِ صبح
دنیا پڑی تھی چادرِ ظلمت لئے ہوئے

پہنچے نشیمنوں میں، محلات و قصر میں
حق کی حیات آفریں دعوت لئے ہوئے

سورج کی آنکھ نے انہیں دیکھا بوقتِ رزم
چہروں میں آسمان کی ہیبت لئے ہوئے

جانوں پر اپنی کھیلنے والے جہاد میں
حق سے سلامتی کی ضمانت لئے ہوئے

اُن کی نظر سے بن گئے جوہر طرازِ حسن
جو آئینے تھے گردِ کدورت لئے ہوئے

المختصر یہ دین کے درویش بے گلیم
رخصت ہوئے تو مژدۂ جنّت لئے ہوئے

(باقی آئندہ)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا